Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

قلندر خان

(ناول)

شفیق سوپوری

ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

© جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ

Qalandar Khan

By: Dr. Shafaq Sopori
1/101, Highland Enclave ,Gogo, Humhama.
Near International Airport , Budgam, 190021.
Jammu & Kashmir. Contact No: 07006828727
Email: drshafaqsopori333@gmail.com

Year of first Edition 2025
ISBN 978-93-6062-947-2
Price ₹ 800/-

نام کتاب	:	قلندر خان
نوعیت	:	ناول
مصنّف	:	شفق سوپوری
سال اشاعت	:	۲۰۲۵ء
قیمت	:	۸۰۰ روپے
تعداد	:	۵۰۰
مطبع	:	روشان پرنٹرس، دہلی۔٦

ملنے کے پتے

☆ ہمالیہ بک ورلڈ، حیدرآباد۔ ph-040-66822350
☆ کتاب دار بک سیلر، پبلیشر ممبئی۔ ph-09869321477
☆ عثمانیہ بک ڈپو۔ کلکتہ۔ M-09433050634
☆ مرزا ورلڈ بک ہاؤس، اورنگ آباد۔ M-09325203227
☆ کشمیر بک ڈپو، سری نگر۔ M-09419761773
☆ وطن پبلیکیشنز، سری نگر M09419003490-
☆ نعیم بک سیلرز، میوناتھ بھنجن۔ M-09450755820
☆ صیفی بک ایجنسی ممبئی۔ M 9820480292
☆ دکن ٹریڈرس، حیدرآباد۔ ph-040-24521777
☆ بک امپوریم، پٹنہ۔ M-09304888739
☆ رائی بک ڈپو، الہ آباد۔ M-07905454042
☆ ایجوکیشنل بک ہاؤس یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ
☆ مکتبہ علم وادب، سری نگر۔ M-094419407522
☆ قاسمی کتب خانہ، جموں۔ M-09707352280
☆ پاریکھ بکڈپو، لکھنؤ۔ M.09389456786

Published by

EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE

H.O. D1/16,Ansari Road, Darya Ganj, New Delhi-110002(INDIA)
B.O. 3191,Vakil Street, Kucha Pandit, Lal Kuan, Delhi-6(INDIA)
Ph: 011-41418204,45678286,45678203 ,23216162
E-mail: info@ephbooks.com,ephindia@gmail.com
website: www.ephbooks.com

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

انتساب:

یارِ جانی مرحوم عبدالحق کی والدہ اور میری چاچازاد بہن
بشیرہ بیگم (مرحومہ)
اوران کے شوہرِ نامدار
مولانا شریف الدین پیرزادہ (مرحوم)

کے نام جن کے پاس مجھے دینے کے لئے لاڑ پیار اور دعا کے سوا کچھ نہیں تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ مجھے اور کچھ چاہیے بھی نہیں تھا۔ پچیس برسوں کو محیط حق اور میری دوستی کنویں میں ڈوب کر مرگئی۔ میری زندگی ویران کنویں کی منڈیر بن کر رہ گئی جس پر بیٹھ کر مجھے لگتا ہے کہ میرے دوست نے پانی میں گہرا غوطہ لگایا ہے۔

حسرت کی طرح غم دلِ حیراں میں رہ گیا
سیف الملوک ملکِ خراساں میں رہ گیا

(ش۔س)

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

جالا فانی نیند تیرے دکھوں کو
اپنی چمچماتی باہوں میں سلائے
موت نے تجھ کو غم کی نگری سے وداع کیا
او بادل میں اڑنے والے بالم
کبھی بھولے بھٹکے میری پلکوں پر بھی
آ کر نیند کی شبنم برسانا
او میرے جیون کے رکھوالے
تیرا ریوڑ دور کسی جنگل میں کھویا ہے
تو بادل ہے تو گرج کر پہگیاڑ کو ڈرانا
پیڑوں کے کھوکھلے تنوں سے سرد ہوائیں گزر رہی ہیں
میری رات اکیلی بیٹھی ٹھٹھر رہی ہے
سن میرے دل کے شہزادے!
جب برف گرے گی تو کسی رات
تاروں کی چھاؤں میں
چوٹی سے پھسلتے پھسلتے مجھ سے ملنے آنا
پھر آ کے مت جانا

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

مصنّف کی دیگر تصانیف

- دلِ خاک بسر (غزلیات)
- بیتے موسموں کے دکھ (نظمیں اور گیت)
- دشت میں دور کہیں (غزلیات)
- ریشم سراب خواب (غزلیات)
- اردو غزل اور ہندوستانی موسیقی (تنقید و تحقیق)
- موسیقی، شاعری اور لسانیات (تحقیق)
- مخزنِ موسیقی (تحقیق)
- کلامِ فیض کا عروضی مطالعہ (تحقیق)
- جہات (تنقید)
- غ۔م طاؤس: فن اور شخصیت (تنقید و تحقیق)
- نیلیما (ناول)
- فائرنگ رینج: کشمیر ۱۹۹۰ء (ناول)
- موسیٰ (ناولٹ)
- شگفتانے (طنز و مزاح)
- اشاریہ ''شیرازہ اردو'': جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز (تحقیق)
- دریا ہے چشم گریہ ناک (ناول)

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

- لفظ عروض اور شاعری (تحقیق)
- فرہنگِ موسیقی (فرہنگ)
- گلاسری آف ٹرمنالوجی (میوزک) (انگریزی سے اردو) (فرہنگ)
- کوشل خاتون (ناول)
- راگ راگنی اور ورجت سُر (افسانے)
- یاد کی اجنبی منڈیروں پر (شاعری)
- گل مہر کی سرخ چڑیا (ناول)
- لغاتِ موسیقی (لغت)
- اردو شاعری اور اصطلاحاتِ موسیقی (تحقیق)
- اصطلاحات موسیقی اردو لغات اور تفہیم اشعار (تحقیق)
- قلندر خان (ناول)
- پہلی تنہائیاں (شاعری)

☼☼

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اس ناول کے سب کردار، واقعات اور مقامات فرضی ہیں۔اس ناول کے کسی بھی کردار، واقعہ یا مقام سے کسی بھی قسم کی مماثلت محض ایک اتفاق ہوسکتا ہے جس کے لئے ناول نگار پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوگی۔

(ڈاکٹر شفق سوپوری)

DISCLAIMER

This is a work of fiction. Names, characters, business and incidents are the products of authors imagination. Any resemblance to actual persons, living are dead, are actual events is purely coincidental for which the author shall not be responsible.

(Dr. Shafaq Sopori "writer and Publisher")

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اس ناول کا کوئی بھی حصّہ ناول نگار سے باقاعدہ اجازت کے بغیر کمرشیل استعمال مثلاً آڈیو، ویڈیو وغیرہ کے لیے نہیں کیا جاسکتا۔ خلاف ورزی کی صورت میں قانونی چارہ جوئی کا حق ناول نگار کے پاس موجود ہے۔

(ڈاکٹر شفیق سوپوری)

نوٹ:

یہ ناول مصنّف نے بڈگام (جموں کشمیر) میں لکھ کر ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس نئی دہلی سے چھاپا ہے۔ کسی بھی قسم کی قانونی چارہ جوئی کا حق سرینگر یا بڈگام کی عدالت کو ہوگا۔

(مصنّف)

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

بانسری کی نمناک دھن

کہتے ہیں کسی یگ نے اس ندی کو کسی اونچے پہاڑ کی کوکھ میں خواب کی طرح دیکھا تھا۔ پھر وہ یگ جاگ گیا اور برف کی بیٹی نیلی پوشاک پہنے چرواہوں کی بانسری کی غمناک دھن پر کچھ ویران گمنام عاشقوں پر رونے لگی جن کے دلوں پر جدائی کی لکیر کھینچی گئی۔ کون جانے کس یگ میں اس کو نیلم [1] کا نام دیا گیا اور کیوں۔ شاید اس لیے کہ یہ برف کی وہ شہزادی ہے جسے جنگ کے میدان میں داؤ پر لگایا گیا۔ یا پھر شاید اس لیے کہ قدرت نے اسے نیلم جیسا رنگ دیا ہے۔ کون جانے کس یگ میں اس کا نام کشن گنگا رکھا گیا اور کیوں۔

کیوں تہذیب کو کسی یگ سے نہیں کسی نام سے کسی دھرم سے پہچانا جاتا ہے۔

تہذیب اگر کوئی یگ نہیں تو کوئی دھرم بھی نہیں۔

ا۔ دریائے نیلم یا کشن گنگا کا سرچشمہ کرشنا سر جھیل ہے۔ یہ جھیل بھارتی کشمیر کے ضلع گاندربل کے مشہور سیاحتی مقام سونہ مرگ کے پاس واقع ہے۔ بھارت میں اسے کشن گنگا اور پاکستان میں نیلم کا نام دیا گیا ہے۔ یہ بھارت اور پاکستان کے درمیان ایک وسیع علاقے میں سرحد کا کام کرتا ہے۔ پاکستان میں یہ مظفر آباد کے مقام پر دریائے جہلم میں ضم ہو جاتا ہے۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

میں وقت ہوں۔ وقت جو سب کو گزرتے ہوئے دیکھتا ہے۔ وقت جو صبح کو آفتاب روشن کرتا ہے۔ وقت جو روشنی کو سیاہ پرچھائیں میں بدل دیتا ہے۔ وقت جو چمکتے گنبدوں پر کائی اگاتا ہے۔ وقت جو اونچے میناروں پر کبوتروں کے انڈوں میں چینگی پوٹوں کی دھڑکن سنتا ہے اور انہیں پہلی چونچ مار کر خول میں شگاف کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ وقت جو بچّے کو مسکرانا سکھاتا ہے۔ وقت جو انسان کو پہلے درد کی کڑوی آہ پلاتا ہے۔ وقت جو انسان کو گہری نیند سے بیدار کرتا ہے۔ وقت جو بیدار انسان کو غافل بنا دیتا ہے۔ میں وقت ہوں اور اس پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھ کر سب کو دیکھ سکتا ہوں مگر مجھے کوئی دیکھ نہیں سکتا۔ میں گھنے جنگل میں خس و خاشاک کے نیچے بہتی ہوئی خاموش ندی کے پانی کی سسکاریاں سن سکتا ہوں۔ میں قرنوں سے کھڑے پیڑوں کے سایوں میں تنہائیوں کی زرد رتوں کا مرثیہ سن سکتا ہوں۔ میں شہروں پر گرائے گیے منوں بموں کی دہلانے والی شوں شوں کی آواز سن سکتا ہوں۔ میں عمارتوں کے ملبے کے نیچے خواب کے آئینوں کے ٹوٹنے کی سسکتی ہوئی صدا سن سکتا ہوں۔ میں نیند میں چلتے ہوئے اس آدمی کو بھی دیکھ سکتا ہوں جو خواب میں خود کو کسی شہزادی کے پہلو میں دیکھتا ہے۔

یاد رکھو میں وقت ہوں اور جو میرا عرفان حاصل کرتا ہے وہ اپنی ذات کے ویران گنبد کے سائے میں بیٹھ کر ان ہواؤں، پھولوں، موسموں، برساتوں، بادلوں،

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کھیتوں کی مینڈوں، ویرانوں کو بستیوں سے ملانے والی پگڈنڈیوں، چاندنی راتوں میں ہری گھاس پر سوئی ہوئی اوس، انسانی رشتوں اور محبتوں پر آنسو بہاتا ہے جنہیں زہر پلایا گیا ہے۔

میں بنکر کے روزن پر مشین گن کی نال رکھے اس چوکس سپاہی کو بھی دیکھ سکتا ہوں جو اپنے ہاتھوں کو گرم کرنے کے لیے انہیں رگڑ رہا ہے۔ بنکر کے روزن سے سورج کی کنواری کرن جھانک کر اس کے گال کو گدگدا رہی ہے۔ اسے اپنی دو سال کی بیٹی کا بوسہ یاد آرہا ہے جس نے اس کے چہرے کو نم کر دیا تھا۔ وہ اپنے ساتھی کو پیار سے گالیاں دے رہا ہے۔ اس کی نظر ندی کے گھاٹ پر لگی ہے اور اس کی مشین گن میں گولیاں گھس پیٹھ کرنے والے کے سینے کو خون سے نم کرنے کے لیے مچل رہی ہیں۔ گھبراؤ مت اسے میں نظر نہیں آؤں گا کہ میں وقت ہوں۔

اس چٹان سے دیکھو۔ یہ کیرن کی وادی[1] ہے۔ سامنے جو ہری گھاس کا میدان ہے اسے گولیوں کی گن گھرج نے ڈانٹ کر خاموش کر دیا ہے۔ وہ میدان کے اس کنارے پر فوجی کیمپ سے دھواں اٹھ رہا ہے۔ انگیٹھیوں کی نلیوں سے نکلنے والا یہ دھواں لہراتے لہراتے اس پار چلا جاتا ہے اور اس پر بنکر میں بیٹھا کوئی چوکس سپاہی اپنی مشین گن سے فائر نہیں کرتا کہ اس دھویں کی کوئی تہذیب نہیں اس کا کوئی دین دھرم نہیں ـــــ نیلم یا کشن گنگا کی طرح۔

چرواہوں کے بغیر یہ چراگاہ ماتم کدہ بن گئی۔ اپنی محبوبہ کی بے وفائی پر تنہا رونے والے چرواہے کی بانسری کی نمناک دھن کسی بستی میں جوانوں کی لاشوں پر مرثیہ کرنے والوں کی دلدوز چیخوں میں دب گئی۔ اس نمناک دھن کی کوئی تہذیب نہیں

---

[1] دریائے کشن گنگا کے کنارے پر آباد جموں وکشمیر کا شمالی مقام۔ اس کا رقبہ لگ بھگ 625 ہیکٹر ہے۔ آبادی 6500 نفوس پر مشتمل ہے۔ گھنے جنگلوں سے ڈھکی یہ ڈھلوان وادی نہایت خوبصورت ہے۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کوئی دین دھرم نہیں اس ماں کے چھلنی کلیجے کی طرح جس کے بیٹے کو بستر سے نکال کر آنگن میں شوٹ کیا گیا۔ اس بہن کے آنسوؤں کی طرح جس کا کم سن بھائی سرحد پار کرنے سے پہلے برف کی گود میں ہمیشہ کے لیے سو گیا۔ اس عورت کے صبر کی طرح جس کے شوہر کو بندوق کی نوک پر اٹھا کر غائب کر دیا گیا۔ ان یتیم بچوں کی امید کی طرح جو سوچتے ہیں کہ ان کا باپ کہیں دور کام سے گیا ہے اور جب لوٹے گا تو ان کے لئے خوابوں کے بہت سے کھلونے لائے گا۔ ان پنڈت مہاجروں کی بے بسی کی طرح جو اپنی جوان بیٹیوں کے جسموں پر ابستے ہوئے ملبوس سے جھانکتی ہوئی عصمت کو دیکھ کر آنکھوں میں دہکتی سلاخیں پھیرنے کی سوچتے ہیں۔ اس سپاہی کی دو سال کی بیٹی کے بوسے کی طرح جس نے روتے بلکتے اپنے باپ کو رخصت کیا۔ کیسا دردناک منظر ہے کہ باپ اپنے گریبان کو اپنی بیٹی کے ننھے منے ہاتھوں سے گردن جھکائے چھڑا رہا ہے اور جب وہ نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے تو منی غصّے میں اپنی ماں کے گالوں میں پنجے گاڑ رہی ہے۔ منّی کو اپنی ماں کی پیڑا نظر نہیں آتی۔ چارپائی پر بیٹھا ہوا بوڑھا باپ اپنی پگڑی کے پیچ نکال کر ایک کونے سے اپنی دھندلی آنکھوں سے آنسو پونچھ رہا ہے۔ ماں اپنا آنچل منہ میں ٹھونس کر گھر کی دہلیز پر بیٹھی ہے۔

دور کسی ٹیلے پر اونگھتا ہوا جنگلی کتّا اپنے کان ہلا ہلا کر مکھیاں اڑا رہا ہے۔ وہ کبھی کبھی یوں ہی بیزاری میں اس الاؤ کی راکھ کو سونگھتا ہے جو چرواہے کچھ برس پہلے اپنے خیموں کے آگے رات کو جلاتے تھے۔ وہ جنگلی کتّا ہے اس لیے فوجی اسے کیمپ کے آس پاس پھٹکنے نہیں دیتے۔

وہ دیکھو گھاٹی میں مٹّی کے کتنے حجرے ڈھ گیے ہیں۔ مٹّی مٹّی سے مل گئی ہے کہ مٹّی کی سنتان گولیوں کی گھن گرج سے گھبرا کر کسی درّے میں چھپ کر بیٹھی ہے۔ اور وہ دور جس حجرے سے دھواں اٹھ رہا ہے اس میں مٹّی کی سنتان کی دو پرچھائیاں رہتی ہیں۔ آؤ میں دکھاتا ہوں۔ دیودار کے اس پیڑ کے پیچھے چھپ کر دیکھ لو۔ وہ حجرے سے ایک پرچھائیں نکلی۔ اس کے دامن میں رائی کے دانے ہیں۔ وہ آنگن

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

میں خودروانار کے جھاڑ کی چھاؤں میں جو چھوٹا سا ٹیلا ہے یہ ایک پرچھائیں کی قبر ہے اوراس پر رائی کے دانے دیکھ کر کہیں سے ایک بلبل اڑکر آتا ہے اور رائی کے دانے چگھ کر پھُر سے اڑتا ہے اور دور پہاڑوں میں کہیں غائب ہو جاتا ہے۔ یہ پرچھائیں بلبل سے جانے کیا کیا باتیں کرتی ہے۔ اور اب جو پرچھائیں نکلی ہے وہ اس جھاڑ سے جنگلی گلاب توڑ کر انہیں قبر پر یوں رکھے گی جیسے دلہن کے لئے سیج سجائی جاتی ہے۔ اس بن بیاہی دلہن کا نام میں بھول گیا۔ شاید کسی یگ میں کسی نے بتایا ہو اور اپنے یگ میں وہ نام میں بھول گیا۔ شاید آگے کسی یگ میں یاد آجائے۔

***

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

وتستا مرگئی

کہتے ہیں کسی یگ میں یہاں ایک ندی بہتی تھی جس کا نام تھا وتستا[1]۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ مرگئی اور اس کے مردے کا آدھا آدھا دونوں کناروں میں دفن کیا گیا۔ پھر کسی اور یگ میں یہاں ایک اور ندی نے جنم لیا اور اس کی آنول نال آدھی آدھی دونوں کناروں میں دفن کی گئی۔ نام اس ندی کا جہلم رکھا گیا۔ کہتے ہیں وہ بھی کسی یگ میں چل بسی۔ اب معلوم نہیں کہ یہ جو ندی اس جگہ بہہ رہی ہے اس کا کیا نام ہے اور اگر جہلم مرگیا تو اس کے مردے کا آدھا آدھا کہاں دفن کیا گیا۔ یہ بتانے والے پتہ نہیں کس یگ کی بھینٹ چڑھ گیے کہ وتستا (ویتھ) کو جلایا گیا یا دفنایا گیا۔ اور اگر جہلم مرگیا تو اس کی ارتھی اٹھی تھی یا جنازہ؟ میں کیا بتاؤں؟ مجھے میری دادی کا نام معلوم نہیں کہ شاید مجھے میرے یگ میں کسی نے بتایا ہی نہیں۔ یا بتایا ہو اور مجھے یاد نہ رہا ہو۔ لیکن یہ طے ہے کہ اب مجھے میری دادی کا نام بتانے والا دنیا میں کوئی نہیں۔ دادا جی میرے نصب کے شجر کی شاخ پر ایک یگ سے بیٹھے ہیں۔ پتہ نہیں کس یگ میں وہ شاخ سوکھ جائے گی اور دادا چرمرپتے کی طرح گر جائیں گے۔ بڑے دکھ کی بات ہے کہ میں اپنے بیٹے کو اس کے باپ کی دادای کا نام بتائے بغیر مرجاؤں گا۔ اور شاید میرے پوتوں کے پوتوں تک آتے آتے میرا نام بھی پوری طرح سے غائب ہو جائے۔ جانے کیسا یگ ہوگا وہ۔ ویتھ جہلم، اور ندی دریا بن گئی، کسی کو کوئی فرق نہیں پڑا۔ یا شاید پڑا ہو اور وہ اس غم میں گھٹ کر مرگیا ہو اور اس کا نام بھی کسی کو معلوم

---

[1]۔ وتستا (ویتھ) دریائے جہلم کا قدیم نام ہے۔ یونانی میں Hydaspes

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

نہ ہو کہ بہت سے یگ بیت گیے۔ اب یہ جو بھی ہے اس کے اس کنارے پر، وہ اس کنارے پر جہاں یہ ہلکا سا موڑ کاٹ کر آگے بڑھتی ہے دور تک ایک اونچی اور دراز قبر کی طرح پھیلا ہوا ایک پشتہ ہے۔ جس پر پھاگن میں ہری ہری گھاس اگتی ہے جیسے قبروں پر اگتی ہے۔ رکو! پھاگن بھی کسی یگ میں مر گیا اور کئی یگوں کے کال چکر کاٹ کر اس کا پورن جنم ہوا۔ تب اس کا نام بہار رکھا گیا۔ خیر یہ پشتے جگہ جگہ اس دریا کے کنارے پر موجود ہیں۔ برسات میں دریا چڑھتا ہے تو پانی ان پشتوں سے ٹیک لگا کر سو جاتا ہے۔ دریا اترتا ہے تو یہ پشتے ماں کی خالی گود کی طرح سونے سونے سے لگتے ہیں۔ پشتے کی دائیں طرف ایک کچی سڑک ہے۔ اس سڑک کی دائیں طرف ایک نالہ ہے جو ویسے تو خشک ہی رہتا ہے مگر برسات میں بھر جاتا ہے۔ یہ نالہ دیکھ کر مجھے ان نالوں کی یاد آتی ہے جو جنگ میں دشمن کی چڑھائی کو روکنے کے لئے کھودے جاتے ہیں۔ جن میں فوجی کئی کئی دنوں تک یا تو دشمن کی ہلاکت کا انتظار کرتے ہیں یا پھر اپنی موت کا۔ جنگ ختم ہوتی ہے تو دھرتی کے یہ گھاؤ کھلے رہ جاتے ہیں۔ یہ گھاؤ تاریخی مقامات بن جاتے ہیں جہاں لوگ دور دور سے آ کر ان گمنام فوجیوں کی یاد میں قصیدے گاتے ہیں جنہیں رجز سنا کر موت کے گھاٹ تک لایا گیا تھا۔ تاریخ نے وہ رجز یاد تو رکھے مگر ان کے معنی الٹ دیے۔ وقت کی تختی پر کندہ ان فوجیوں کے ناموں کی ترتیب بدل گئی۔ جہاں شہید تھا وہاں غدّار رکھا گیا۔ جہاں جرار تھا وہاں بزدل بیٹھ گیا۔ جہاں سفّاک تھا وہاں حب الوطن لکھا گیا۔ ان میں سے کتنے ایسے ہیں جنہیں ٹوٹی ہوئی بانسریوں اور جھوجھری صراحیوں کی طرح بھلا دیا گیا۔ وہ بانسریاں جن کے سوراخوں سے کبھی کنواری محبت کے سُر نکلے تھے اور وہ صراحیاں جن سے پیاسے ہونٹوں پر وصل کی شراب اچھلتے اچھلتے برسی تھی۔

وقت سرگوشیوں میں کہتا ہے کہ یہ فوجی شام کی سسکتی سرسراتی پرچھائیوں میں، صبح کے شبنمی گھاٹ پر اپنی موت پر لکھے گیے نوحوں کا عنوان سوچنے سے پہلے مارے گیے۔ ان پر جو گولیاں برسیں ان کے خول پر ان کے اپنے ہی ملک کے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کارخانے کی مہر لگی تھی۔ سو وہ کون تھے؟ تھے بھی یا نہیں؟ اگر تھے تو کس کی طرف سے لڑ رہے تھے؟ کس کے لئے لڑ رہے تھے؟ اپنے لئے یا اپنے ساتھیوں کے لئے۔ یا اپنے گھر والوں کے لئے؟ یا اپنی قوم یا ملک کے لئے؟ کہتے ہیں جنگ ایک ــــ منظم انتشار کا نام ہے۔ اس انتشار میں جو کام آئے وہ زمہریری جنگلوں میں شیشم کے پیڑوں کی آڑ میں کس پر گولیاں چلا رہے تھے؟ رات کو ہوا کی سائیں سائیں میں بدروحوں کے غول سے گریہ کی آواز آئی تو ایک دردناک وقفے میں مقابل والے نالے سے ریڈیو سگنل سنسنائی:

''ڈھونڈو! پکڑو اور مارو! ہمیں جنگی قیدی نہیں لاشیں دکھاؤ۔''

اور رحم کے جذبے کا آخری حمل گر گیا۔ دور تک خون کی لکیر کھچ گئی جس کے آر پار بارودی سرنگیں بچھا دی گئیں۔ اور جب کسی کا پاؤں کسی مائن پر پڑا تو اس کے ساتھیوں نے اس سے گریز کیا اور ان میں سے ایک نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہا:

''اے روحوں کے مالک ہم اپنے ساتھی کی روح کو تمہارے پاس بھیج رہے ہیں اس کو قبول کرنا اور اسے سکون میں رکھنا۔ آمین!''

پھر وہ جس کا پاؤں مائن پر تھا اپنے آنگن میں بچّوں کو کھیلتے ہوئے دیکھنے لگا۔ اس کا باپ اخبار پڑھ رہا ہے جس کی آنکھوں میں تشویش ہے۔ ان بزرگ ــــ آنکھوں کو موتیا بند سے زیادہ تشویش نے دھندلا بنا دیا۔ بہو چائے لے کر آتی ہے اور پوچھتی ہے:

''بابا! کب ہوگی یہ منحوس جنگ ختم؟ کیا لکھا ہے اخبار میں؟''

بابا کے ہاتھ میں چائے کی پیالی تھرک رہی ہے۔ چائے اچھل اچھل کر چھلکنے لگی۔ بہو نراش ہو کر آسمان کی طرف دیکھنے لگی۔ اسے خدا کی جگہ جنگی جہازوں کی ایک قطار دکھائی دی:

''اے مالکِ خشک و تر و عرش و فرش ــــ جن و انس و کوہ و بیاباں! تُو نے عمل میں آدم کو اختیار کیوں دیا۔ اس لئے کہ وہ اپنی تلوار کی نوک سے بے بس عورتوں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کے ازار بند کی گانٹھ کھولے۔ اس لئے کہ وہ آسمان میں منوں بارود لیے جہاز اڑائے۔ اس لئے کہ وہ زمین پر ٹینک چلائے؟ تجھے معلوم ہے جب کسی ابلا کے ازار بند کی گانٹھ کھلتی ہے تو آنے والی کئی نسلوں کا حمل پیشاب کی صورت میں گر جاتا ہے اور مائیں ہمیشہ کے لئے بانجھ بن جاتی ہیں۔ تجھے معلوم ہے جب بارود ڈھونے والے جہاز بستیوں کے اوپر سے گزرتے ہیں تو کھیتوں میں اپنی فصلوں کو سینچنے والے کسان کے ہاتھ میں کدال کا لوہا پگھلنے لگتا ہے۔ تجھے معلوم ہے جب زمین کے سینے پر ٹینک چلتی ہے تو اس کی دہشتناک چرمراہٹ سے پیڑوں میں شگاف پڑ جاتا ہے اور خوابوں کے پرندے پاگل ہو کر آندھی میں اڑنے لگتے ہیں۔''

گرجتے جنگی جہاز جو نہ جانے کن بستیوں کو مسمار کرنے کے لئے بم گرائیں گے۔ انہیں چلانے والوں کو بستی کی عمارتیں نظر آتی ہیں ان عمارتوں میں بے بس عورتوں کی وہ مانگیں نظر نہیں آتیں جن کو آتش گیر مادہ ہمیشہ کے لئے بنجر بنا دیتا ہے۔ اور وہ جس کا پاؤں بارودی سرنگ پر ہے اس کے بچّے اپنی کاپیوں سے ورق نکال کر جہاز بنا رہے ہیں۔ کاغذ کے جہاز جب ہوا میں غوطہ لگا کر گرتے ہیں تو بچّے اپنے منہ سے ''زوں زوں'' کی آوازیں نکالتے ہیں۔ کوئی جہاز کسی پودے کی شاخوں پر چونچ کے بل گر جاتا ہے۔ تبھی اس کی بزرگ ماں کا پاؤں لان کی گیلی گھاس پر پھسل گیا اور وہ گر گئیں۔ بیٹے کے منہ سے دردبھری پکار نکلی: ''امّاں!'' وہ اپنی امّاں کی طرف دوڑنے لگا۔ تبھی ایک دھماکا ہوا۔ اس کے ساتھیوں نے مڑ کر دیکھا۔ دھرتی ماں نے کرودھ میں آ کر اپنے بیٹے کو دونوں ہتھیلیوں پر اٹھا کر آسمان کی طرف اچھالا۔ بیٹے کا سینہ پھٹ گیا اور ایک ہولناک درّہ بن گیا جس میں سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا۔ بابا کے ہاتھ میں چائے کی پیالی تھرک رہی ہے۔ اخبار گیلا ہو رہا ہے۔ بچّے اپنا اپنا جہاز پھر سے اڑانے لگے۔ ماں اپنی گیلی شال الگنی پر سکھانے کے لئے پھیلا رہی ہے۔ بیوی رومال سے سسر کا منہ پونچھ رہی ہے۔ اور آسمان پر جہازوں کا ایک غول لکڑبگھوں کی طرح شور کرنے لگا۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

"Bloody laughing hyenas"

بابا نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا جہاں اسے ایک شاعر کی آواز سنائی دی:
''پرواری پروا! مجھے لہر کی طرح اٹھا دے۔ پتّے کی طرح اڑا دے۔ مجھے بادل کی طرح اڑا دے۔ میں زیست کے خارزار پر پڑا خون بہا رہا ہوں۔''[1]

سینے سے چپکا ہوا شناختی پٹہ ٹھنڈا ہونے لگا۔ اندھیری راتوں میں فضا میں تیرتے ہوئے بموں کی سنسناتی آوازیں سن کر کانپنے والے جانتے ہیں کہ پشتے کے پاس گرنے والے بم سے جب زمین میں گھاؤ پڑتا ہے تو مٹی کی آغوش میں مٹی کے بچے جینے کی ضد کرتے کرتے سبکیاں لے کر سو جاتے ہیں۔

''میری اچھی ماں! تجھے یاد ہے کہ بچپن میں مجھے جنگلوں میں جانے سے ڈر لگتا تھا۔ میں نے سنا تھا کہ جنگلوں میں شیر اور بھالو ہوتے ہیں۔ سب جھوٹ ہے ماں۔ جنگلوں میں تو انسان ہوتے ہیں۔ ماں! میں بجلی کی چمک اور کڑک سے بھی ڈرتا تھا۔ اب نہیں ڈرتا ہوں ماں۔ اب میرے چاروں طرف بجلیاں ہی بجلیاں چمک رہی ہیں، گرج رہی ہیں۔ میرے چاروں طرف بھنی ہوئی لاشیں ہیں مگر تو ڈرنا نہیں تیرے بیٹے کو کچھ نہیں ہوگا۔ ماں! کل پتہ کیا ہوا۔ میرا ایک دوست تھا۔ ہم سویرے گشت پر نکلے۔ ہمارے اوپر آگے سے وار ہوا۔ سورج افق کے کنارے پر ہماری طرف منہ کئے گھنے جنگل میں سوسن کے پھولوں کو جگا رہا تھا۔ میرا دوست کچھ قدم آگے

1_ Oh! lift me as a wave, a leaf, a cloud!
I fall upon the thorns of life! I bleed!
(Percy Bysshe Shelley)

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

تھا۔ وہ اپنی محبوبہ کی یاد میں گیت گنگنا رہا تھا:

اوس ترے تن کے مخمل پر جب گرتی ہے
چاند تجھے کھڑکی سے میری تکتا ہے
اور الھڑ ہوائیں مخمل کو گدگدی سے چڑاتی ہیں
تو سر سے پاؤں تک خوشبو بن جاتی ہے
خوشبو اپنی انگلی سے تازہ برف پر دائرے بناتی ہے
اور خوشی سے اچھل اچھل کر اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے
برف پر پاؤں کے نشان گننے لگتی ہے
گنتی سے یاد آیا اے میری دلبر!
تو نے اک دن میری تختی توڑی تھی
جس پر میں نے اپنی پہلی محبت کا پہاڑ الکھا تھا
اس کو جوڑنے کے عوض لوہار کے لونڈے نے
مجھ سے تیری دی ہوئی کوڑی مانگی تھی
جس فولاد نے اس تختی کو جوڑا تھا
اس پر جگہ جگہ اب زنگ لگا ہے
لکڑی کے چھیدوں میں دیمک کے بچّے
ایک دوسرے کو گدگدی سے چڑا رہے ہیں
سنو! میری دلبر جانی!
جب میں مر جاؤں گا
میرے لیے گیت اداسی کا مت گانا
میری لاش پر گلاب کا کوئی پھول نہ رکھنا
اور نہ یہ میری قبر پہ کوئی بیل اگانا
مجھ پر ہری گھاس کی چادر رہنے دینا

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اور ہری گھاس پہ اوس کو
ساگوان کے پیڑ کی چھاؤں میں
گہری نیند میں میرے تیرے ملن کے سپنے دیکھنے دینا

اس کے سینے میں گولی لگ کے پیچھے سے نکل گئی۔ ماں ایک چھن کے لئے اس کے جسم میں سوراخ ہو گیا جس سے روشنی کی ایک کرن پار ہو گئی۔ مگر ماں! وہ کرن بہت اداس تھی۔ بہت ملول تھی۔ بہت ناراض تھی۔ ماں! تم ان سے کہنا جو محفوظ کمروں میں بیٹھ کر ہمیں فرنٹ پر بھیجنے کے حکم ناموں پر دستخط کرتے ہیں کہ میرے بیٹے نے اداس کرن دیکھی تھی۔ وہ کرن جو کسی کے سینے کے چھید سے گولی کا پیچھا کرتی ہوئی نکلی۔ اس کرن کے معنی ڈھونڈو۔ ماں! تو کسی شاعر سے کہنا کہ اس کرن پر ایک نوحہ لکھے۔ ماں! ہم ایک دوسرے سے انجان ہیں۔ ہم ایک دوسرے کا نام نہیں جاننا چاہتے۔ پوچھو کیوں۔ اس لئے ماں کہ بوٹیوں کا کوئی نام نہیں ہوتا۔ ہم تو اب فرد بھی نہیں رہے۔ ہم فرد سے سیکشن، سکارڈ، پلٹن، کمپنی اور نہ جانے کیا کیا بن گئے۔ اچھا ماں! چھوڑو یہ سب۔ وہاں کیسا موسم ہے۔ یہاں بہت ٹھنڈ ہے۔ جنگل ہے نا ماں۔ ہم تین ایک گھڑے میں ہیں۔ بوریوں کی چھت ہے۔ رات کو شبنم گر کے جم جاتی ہے۔ درجۂ حرارت یوں اترتا ہے جیسے پانی میں پتھر ڈوبتا ہے۔ صبح ہماری چھت پر اولوں کے ننھے ننھے دانوں کی طرح شبنم کے جمے ہوئے قطرے جب جاگ جاتے ہیں تو چھت ٹپکنے لگتی ہے۔ آگ جلا نہیں سکتے کہ روشنی میں دشمن کو نظر آئیں گے۔ ماں یہ کیسی دنیا ہے جہاں روشنی میں انسان کو اپنا دشمن نظر آتا ہے۔ یہ کیسی روشنی ہے؟ یاد ہے ماں ایک دن میں نے سگرٹ سے رضائی جلائی تھی۔ تو نے جم کر میری پٹائی کی تھی۔ اب میں بہت سگرٹ پیتا ہوں کہ اب جلنے کے لئے میرے اوپر کچھ نہیں۔ ماں رات بھر پیڑوں کے اوپر پھینکے گیے سرچ لائٹ کے گولے گھومتے رہتے ہیں۔ سارا جنگل جھلملاتا رہتا ہے۔ دور تاک میں بیٹھا ہوا دشمن دوربین سے دیکھ رہا ہوتا ہے۔''

وہ کسی کو مار نہیں سکتا تھا کہ وہ کسی کو مرتا ہوا نہیں دیکھ سکتا تھا۔ دشمن اس کے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

سامنے کھڑا تھا۔اس نے گولی نہیں چلائی۔دشمن نے بھی نہیں چلائی۔وہ مسکرایا۔دشمن بھی مسکرایا۔ایک لمحے میں وہ زمین پر گر گیا۔گولی اس کے سینے میں لگی تھی۔دشمن اب بھی مسکرا رہا تھا۔اس نے جیب سے خط نکالا۔ہاتھ دشمن کی طرف پھیلایا اور مر گیا۔ دشمن نے اس کی مٹھی کھول کر کاغذ نکالا۔تحریر کسی اور زبان میں تھی۔وہ صرف ماں کا لفظ پڑھ سکا اور سمجھ سکا۔اس نے کاغذ جیب میں رکھا اور اپنے حریف کی آنکھیں بند کیں۔اس کی آنکھوں سے ماں رو رہی تھی۔

***

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اے میرے بچپن کی فاختہ

اس نالے کے پہلو میں سیب کے باغوں کا ایک سلسلہ ہے۔ جہاں ہم کھڑے ہیں۔ مگر ہم کس سمت میں کھڑے ہیں کہ یہاں ایک عجیب نکتہ بن گیا ہے جس میں مشرق، مغرب، شمال اور جنوب سب مل گئے ہیں۔ چلو فرض کرتے ہیں کہ ہمارا رخ شمال کی طرف ہے۔ تو مشرق کی طرف ایک کوس کی دوری پر ایک محلہ ہے۔ نام میں بھول گیا ہوں۔ شاید کسی نے بتایا تھا اور میں بھول گیا اپنی دادی کے نام کی طرح۔ وہ شہر کا پہلا محلہ ہے۔ ہر شہر کی ہر طرف ایک پہلا محلہ ہوتا ہے۔ وہاں ندی پر پل ہے اور پل پر پہرہ چوکی ہے۔ پہرہ چوکیوں کی دیواریں ان بوریوں سے کھڑی کی جاتی ہیں جن میں ریت یا مٹّی بھری ہوتی ہے کہ ریت اور مٹّی میں گولیاں پھرکیوں کی طرح گھوم کر دم توڑتی ہیں۔ انسان کے جسم میں بھی گولی پھرکی کی طرح چکر کھا کر دم توڑتی ہے۔ دیواروں میں چاروں طرف روزن ہوتے ہیں جس پر گرنیڈ روکنے کے لئے مٹیالے رنگ کی جالیاں لٹکتی ہیں۔ ہر روزن سے بندوق کی نال آتے جاتے لوگوں کو مشکوک نظروں سے دیکھتی ہے۔ تم ادھر منہ موڑو۔ دیکھو وہ جہاں گائیں گھاس چر رہی ہیں اس سے آگے چک مغیرہ خان کا ملٹری کیمپ ہے۔

اس کے آگے بھی ایک کیمپ ہے۔ اس کیمپ کے آگے بھی ایک کیمپ ہے۔ کیمپوں کا یہ سلسلہ بستیوں، کھیتوں، ندی نالوں اور سڑکوں کو روندتا ہوا سرحد پر ختم ہوتا ہے۔ سرحد کے اس پار بھی یہی حال ہے۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اس کا نام پہگیاڑ ا نہیں تھا۔ کہتے ہیں اس کی شکل پہگیاڑ سے ملتی تھی اس لئے یہ اس کو چڑانے کا نام رکھا گیا۔ پہگیاڑ کس نے دیکھا ہے؟ شاید کسی زمانے میں کسی نے دیکھا ہو۔ اب پہگیاڑ گھنے جنگلوں میں اپنے بٹ سے نکل کر گھاس کے میدانوں کی طرف کم ہی نکلتے ہیں کہ چرواہوں نے اپنے ہاتھوں میں لاٹھی کی جگہ بندوقیں اٹھائی ہیں اور رات کو لکڑیوں کی جس باڑھ میں بھیڑوں کو رکھا جاتا ہے اس کے گرداگرد بارودی سرنگیں بچھادی گئی ہیں۔ جنات بھی دور ویرانوں میں جا کر بس گئے ہیں۔ برم برم چوک اور یچھ ۲ بھی ان کے ساتھ گئے کہ ان کی پیشانیوں پر چراغ جلتے تھے اور وہ رات کو مسافروں کو ڈراتے تھے۔ سنا ہے پہگیاڑ کی صورت بہت ڈراؤنی ہوتی ہے۔

اس نے شمال کی طرف افق کو دیکھ کر کہا:

''ستیاناس ہو تیرا۔''

''کیوں آسمان کو کوستے ہو؟''

پہگیاڑ نے مسافر کی طرف دیکھا اور غصے میں کہا:

ا۔ پہگیاڑ پہاڑی زبان میں اس جنگلی کتے کو کہتے ہیں جو کشمیر میں پایا جاتا ہے۔ اس کی شکل لومڑی اور بھیڑیے سے ملتی۔ نہایت شاطر درندہ ہے۔

۲۔ برم برم چوک یا برم راہ چوک کشمیر کا ایک دیومالائی کردار ہے۔ لوک کہاوتوں میں اس کا ذکر ایک ایسے جن کے طور پر آیا ہے جو ویرانوں میں رہتا ہے اور جس کو دیکھتے ہی مسافر راستے سے بھٹک جاتے ہیں۔ یچھ (سنسکرت یکش) بھی اسی نوع کا کردار ہے۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''وہ سفیدے کا درخت دکھائی نہیں دیتا؟''

''وہ؟''

''ارے اندھے وہ نہیں وہ۔''

اس نے شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا۔

''وہ اس پر بیٹھی ہوئی چیل نظر آ رہی ہے؟''

''کہاں؟ کہاں ہے چیل؟''

''ارے سائیں! وہ چیل نظر نہیں آ رہی ہے جو میری فاختہ کا گوشت نوچ نوچ کر کھا رہی ہے۔ مجھے تو بدذات کی چونچ میں اس معصوم پرندے کے نرم نرم گوشت کے ریشے بھی نظر آ رہے ہیں۔''

''پاگل ہو تم تو۔''

مسافر نے بازو چھڑایا۔

پھگیاڑ فاختہ کے فراق میں گیت گانے لگا:

''اے میرے بچپن کی فاختہ!
تُو کس جال میں پھنس گئی ری!
اے ریشم سے پروں کی پری
تُو کس بادل کی کوکھ سے پیدا ہوئی تھی
تیرے سرخ پاؤں میں میری ماں کا چھلا تھا
کس نے چھل بٹے سے اس میں پھندہ ڈالا
اے جنگلی گھاس کی شہزادی!
تُو کیوں میری کھڑکی سے اُڑ گئی تھی
دور جنگل میں دیودار کے پیڑ پر
کیا تیرا کوئی گھونسلا تھا
کیا تیرے بھی بچّے تھے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ننھے منے روئی کے گالوں جیسے
جن کی چھوٹی چونچ تھی
میرے نرسل کے قلم کی نوک سی
بول ری فاختہ!
کیا میرا گھر چھوٹا تھا
آ اور آ کے انڈے دے
میری گرم گرم ہتھیلی پر
میں مٹھی میں ان کو سینوں گا۔"
پھگیا ڑ پتہ نہیں گا رہا تھا یا رو رہا تھا

***

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

او بادل میں اڑنے والے بالم

جب رجب قصائی کے یہاں شہزادے کے غائب ہونے کی خبر پہنچی تو پورے گھر میں کہرام مچ گیا۔ سب سے زیادہ راڑ رجب کی پوتی گڈیا نے مچائی۔ اس کا نام فاطمہ تھا مگر پیار سے سب اسے گڈیا کہتے تھے۔ شہزادہ گڈیا کے لئے بھائی، دوست، کھلونا اور بھی نہ جانے کیا کیا تھا۔ جب وہ پیدا ہوا تھا تو گڈیا نے جیسے برف کے گولے کو گود میں بھرا تھا۔ وہ اس کے نرم اور گرم روآں پر ہاتھ پھرتے ہوئے اسے چومتی رہی۔ پھر جب گڈیا کو ماں نے سمجھایا کہ اب شہزادے کو دودھ پینا ہے اور اس کی ماں اس کے لئے بیتاب ہوگئی تو اس نے مشکل سے مان کر شہزادے کو آہستہ سے اس کی ماں کے پاس چھوڑا۔ شہزادے کی ماں اپنے بچے کو چاٹنے لگی:

''مما! کیا تم شہزادے کو دودھ نہیں پلا سکتیں؟''

گڈیا نے اپنی ماں مریم سے پوچھا۔

گڈیا کے باپ منور کے منہ سے ٹھاکا نکلا:

''اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے ڈیڈی!''

''اری پگلی!''

اس کی ماں نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا:

''انسان جانوروں کو دودھ نہیں پلاتے۔''

گڈیا نے بھول پن سے کہا:

''مگر جانور تو انسانوں کو دودھ پلاتے ہیں۔''

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

مریم ماتھا کوٹنے لگی:

''ہے اللہ! اب اس سے کون بحث کرے؟''

پہگیاڑ ذبح خانے میں مجرم کی طرح اکڑوں بیٹھا تھا۔ ذبح خانے کی چھت کی کڑیوں سے کانٹے جھول رہے تھے۔ ایک کونے میں چھوٹے بڑے بہت سے بغدے تھے۔ کچھ تختے تھے۔ ایک تختے کے حاشیے پر بغدہ گھونپا ہوا تھا۔ پہگیاڑ کو لگا کہ ابھی اسے ذبح کر کے لٹکایا جاتا ہے۔ ذبح کرنے کے بعد اس کی چمڑی میں ہوا بھر دی جائے گی۔ اور جب اس کا جسم خوب پھولے گا تو پچھلی ٹانگوں میں رسی ڈال کر لٹکایا جائے گا۔ پھر بغدے کے ہتھے سے اس کے جسم کو ڈھول کی طرح ٹھونک بجا کر یہ دیکھا جائے گا کہ ہوا پوری مقدار میں بھر دی گئی یا نہیں۔ پھر اس کی گردن کے درے میں باہیں ڈال کر اس کی چمڑی اتاری جائے گی۔ جہاں جہاں چمڑی گوشت میں پیوست ہوگی وہاں وہاں چھوٹے بغدے سے الگ کی جائے گی۔ پھر تختوں پر بڑے بغدوں سے کتر بیونت ہوگی۔ پائے اور سری کو ٹھیلے والوں کے لئے الگ رکھا جائے گا۔ اوجڑی کو ایک بڑی بالٹین میں رکھ کر نوکروں سے دھلوا کر گوشت کے ساتھ دکانوں پر بھیجا جائے گا۔ اس خیال سے اس کے پورے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ ایک لمحے کے لیے اسے لگا کہ وہ بھی ڈنگر ہی ہے۔

رجب جو کی شہر میں تین دکانیں چلتی تھیں۔ اب وہ دوسرے کم پایہ قصائیوں کو مال بھی سپلائی کرتا تھا۔ اس کے بھیڑوں کے ریوڑ کو پہگیاڑ سویرے ہانکتے ہانکتے باغوں میں لے جاتا۔

''بول حرام زادے! کہاں ہے شہزادہ؟''

پہگیاڑ کتے کی طرح مار کھا رہا تھا۔ مگر اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

جب گڈیا نے زور سے دھاڑنا شروع کیا تو منور نے پھگیاڑ کو زور سے جھنجھوڑا:

''بولتا کیوں نہیں جنگلی کتے ؟''

رجب نے لات ماری تو پھگیاڑ دور جا کر ڈھیر ہو گیا۔ رجب کی بیوی زینب گھبرا گئیں۔ انہوں نے پھگیاڑ کو سہارا دے کر اٹھایا:

''بول بیٹا! بول کہاں ہے شہزادہ؟''

پھگیاڑ خاموش تھا۔ زینب نے ذبح خانے کی بالٹین سے پانی کا لوٹا بھرا:

''لو بیٹا! پانی پیو۔ اور بتاؤ شہزادہ کہاں؟''

''کباڑی کو بیچ دیا۔''

پھگیاڑ نے کٹورا دور پھینک کر کہا۔ ٹھنٹھناہٹ سے ذبح خانے میں بیٹھے ہوئے بھیڑ چونک گئے۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ ان کے دکھ سکھ کے ساتھی کو پیٹا جا رہا ہے مگر وہ خاموش تھے۔

''بول بیٹا!''

پھگیاڑ نے بانہہ چھڑائی۔ شاید اس لئے کہ زینب اس کی ماں نہیں تھی۔ اس کی ماں گلاب بی بی تو دور بہت دور کیرن کے ایک پہاڑ کے دامن میں اپنے مٹی کے گھروندے میں چولھے پر مکئی کی روٹیاں پکا رہی تھی۔ اس کا ٹبر اس کے ارد گرد بیٹھا تھا۔ دلاور خان اس کا شوہر اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اسے تو جیسے قاف کی پریاں اڑا کر لے گئی تھیں۔

دلاور ایک زمانے میں رجب قصائی کو بھیڑ بکریاں سپلائی کرتا تھا۔ پھر وقت نے وہ ستم ڈھایا کہ ایک شام جنگلے میں اپنے ریوڑ کو چھوڑ کر آیا تو سویرے دیکھا کہ چیتا نے سب کی چیر پھاڑ کی ہے۔ رجب جو گاڑی لے کر مال لینے آیا تو دلاور خان کی بپتا سن کر ان کا دل پسیجا۔ اس کی بانہہ پکڑ کر گاڑی میں بٹھایا۔ پھگیاڑ اس وقت ماں کی گود میں دودھ پی رہا تھا۔ پھگیاڑ دس سال کا ہوا تو اس کا باپ اخروٹ کے درخت سے گر کر مر گیا۔ کہتے ہیں جسم کی ساری ہڈیاں چور ہو گئی تھیں اور لوگ اس کی میت کو پوٹلی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کی صورت میں پہاڑ لے گیے۔ پھگیاڑ کی ماں اپنی دو بیٹیوں کے کندھوں پر باز ور کھ کر پہاڑ کی طرف دیکھ کر برہ کے دلدوز گیت گانے لگی:

جالا فانی نیند تیرے دکھوں کو
اپنی چمچماتی باہوں میں سلائے
موت نے تجھ کو غم کی نگری سے وداع کیا
او بادل میں اڑنے والے بالم
کبھی بھولے بھٹکے میری پلکوں پر بھی
آکر نیند کی شبنم برسانا
او میرے جیون کے رکھوالے
تیرا ریوڑ دور کسی جنگل میں کھویا ہے
تو بادل ہے تو گرج کر پھگیاڑ کو ڈرانا
پیڑوں کے کھوکھلے تنوں سے سرد ہوائیں گزر رہی ہیں
میری رات اکیلی بیٹھی ٹھٹھر رہی ہے
سن میرے دل کے شہزادے!
جب برف گرے گی تو کسی رات
تاروں کی چھاؤں میں
چوٹی سے پھسلتے پھسلتے مجھ سے ملنے آنا
پھر آ کے مت جانا

کچھ دن پگلی سی ہوگئی پھر اپنوں پرایوں نے سمجھایا کہ بی بی کچھ اپنے ہوش و حواس کی فکر کرو۔ اپنا ٹبر سنبھالو۔ پھگیاڑ شہر آ گیا۔ اپنے باپ کی جگہ۔

***

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

شہزادہ گڈیا کی گود میں پلا تھا۔ وہ گڈیا سے اس قدر ہل گیا تھا کہ اس کی آہٹ پا کر میں میں کرنے لگتا۔ گڈیا کے سکول سے آنے کا وقت ہوتا تو وہ پہلے ہی پھاٹک کے پاس آ کر بیٹھتا۔ اور جب گاڑی ہارن بجاتی تو وہ اپنے کھروں سے پھاٹک کو کھٹکا کر نوکروں سے جیسے کہتا کہ جلدی پھاٹک کا بغلی دروازہ کھولو۔ گڈیا اندر آتی تو یہ مچل مچل کر اس کا استقبال کرتا۔ پھر اس کے پیچھے قلانچیں بھرتا ہوا چلتا۔ جب تک گڈیا کچھ کھاتی وہ وہیں چپ چاپ بیٹھا رہتا۔ پھر وہ گڈیا کی گود میں سر رکھتا۔ گڈیا اسے سہلانے لگتی۔ کافی دیر ہوتی تو اس جانور کو احساس ہوتا کہ اب گڈیا کو سکول کا کام کرنا ہے۔ چپکے اٹھ کر اپنی ماں کے پاس چلا جاتا۔

اندھیرا ہونے لگا تو رجب نے منور سے کہا:

''اس حرامی سے پوچھو کہ کہاں گیا؟ زمیں کھا گئی یا آسماں نگل گیا۔ گاڑی نکالو۔ اس خبیث کو ساتھ اٹھاؤ۔ چل کر ڈھونڈتے ہیں۔ کہیں تو کوئی سراغ ملے گا۔''

چھوٹے بیٹے اسلم نے روکا:

''ڈیڈی! شہر میں کہیں کراس فائرنگ ہو رہی ہے۔ کل اطمینان سے چھان بین کریں گے۔''

گڈیا چپ ہونے کا نام بھی نہیں لے رہی تھی:

''میرا شہزادہ لے کر آؤ۔''

سب پریشان حال تھے کہ رجب کے پوتے اویس نے کہا:

''نانی کی زبان بند ہو گئی۔''

سب لوگ نانی کے کمرے کی طرف دوڑنے لگے۔ نانی کا منہ کھلا تھا۔ وہ

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

خراٹے لے رہی تھیں۔

''اماں! اماں!''

رجب نے آہستہ سے نانی کو جھنجھوڑتے ہوئے آواز دی۔ مگر نانی کے جسم میں جنبش نہ ہوئی۔

''میرے خیال میں رشتہ داروں کو فون کرنا چاہیے۔ اویس تم نانی کے سرہانے یاسین پڑھنا شروع کرو۔''

منور نے ہڑبڑاتے ہوئے کہا۔ زینب نے ٹوکا:

''نہیں! شہر میں حالات خراب ہیں۔ رات کا وقت ہے۔ دیکھو اللہ کیا کرتا ہے۔''

نانی یعنی راحت بیگم شہر کے ایک مشہور تاجر کی بیٹی تھیں۔ ان کی شادی اپنے ہی خاندان میں ہوئی تھی۔ شوہر ایک سرکاری افسر تھا۔ ایک دن دفتر میں بیٹھے تھے کہ کھڑکی سے ہوا کے سنسناتے جھونکے کے ساتھ ایک گولی آئی جو، ان کی گردن میں پیوست ہوگئی۔ میت شہید مرگزار میں دفن کی گئی۔ راحت بیگم کو دو جوان بیٹوں اور بہوؤں نے سنبھالا۔ بڑی بیٹی زینب ٹوٹ گئیں۔ چالیس دن میکے میں رو دھو کے زینب گھر لوٹ گئی۔ پھر کچھ دن بعد جیسے کچھ ہوا ہی نہ تھا۔ بات جیسے آئی اور گئی۔

پھر ایک شام راحت بیگم کے گھر کچھ مہمان آئے۔ صبح ہوئی تو سب نماز سے فارغ ہو کر ناشتہ کرنے لگے۔ راحت بیگم اپنے کمرے میں قرآن کی تلاوت میں مشغول ہوگئیں۔ دروازے پر دستک ہوئی۔ کمرے میں نیا مہمان داخل ہوا۔ اس نے جیب سے پرچی نکال کر ایک مہمان کو سونپی جس نے دیوار کے ساتھ ایک صف میں کھڑی کلاشنکوفوں کی طرف آنکھ سے اشارہ کیا۔ پھر گولیوں کے کئی راؤنڈ چلے۔ راحت بیگم نے منظر دیکھا تو تیورا کر گر گئیں۔ اس دن اس مکان سے آٹھ جنازے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

نکلے۔راحت بیگم دنیا میں اکیلی ہو کر رہ گئیں۔ کچھ کہتے ہیں کہ مخبر آیا تھا جس نے سب کو شوٹ کیا۔ کچھ کہتے ہیں کہ بندوق میں لاک نہیں تھا۔آنے والا بندوق لینے کی غرض سے آیا تھا۔اس نے غفلت میں ٹریگر دبایا۔کلاشنکوف آٹومیٹک موڈ پر تھا۔ چنانچہ اس کے ٹریگر دباتے ہی گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی۔مہمان اور گھر کے دو مرد موقعے پر ہی ہلاک ہوئے اور بیبیوں کو اسی کمرے میں لا کر شوٹ کیا گیا۔غرض یہ معمہ تھا۔سانحے کے چار دن بعد جب اس کی لاش بھی پائی گئی جو بندوق لینے کی غرض سے آیا تھا تو معاملہ مکمل طور پر پراسرار بن گیا۔ پولیس نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ مجرم کا تعلق ایک عسکری تنظیم سے تھا اور وہ کلاشنکوف لینے کی غرض سے موقعۂ واردات پر گیا تھا۔ غفلت میں اس سے گولی چلی اور کمرے میں موجود سب مرد ہلاک ہو گئے۔چونکہ عورتیں عینی گواہ تھیں اس لئے اس نے ثبوت مٹانے کی نیت اور ارادے سے ان کو ہلاک کر دیا۔چونکہ اس کا یہ جرم تنظیم میں ناقابل معافی تھا لہٰذا اسے بھی موت کے گھاٹ اتارا گیا۔

خدا بہتر جانتا ہے کہ اس صبح اس گھر میں کیا ہوا تھا۔

چہلم ہوا تو سب سوگوار جانے لگے۔زینب نے اپنی ماں کا سامان سمیٹا۔ اب راحت بیگم کا دنیا میں اس کے سوا تھا ہی کون۔مگر راحت بیگم نے ایک نہ مانی۔کہا کہ کچھ دن مجھے اپنے عزیزوں کی روحوں سے بات کرنے دو جب جی بھر جائے گا تو خود چلی آؤں گی۔ان کی ذہنی حالت کے پیش نظر ان پر کسی بھی قسم کا دباؤ ڈالنا مناسب نہ تھا۔چار دن ہوئے کہ راحت بیگم نے اپنے گھر کو پھونک ڈالا۔صبح زینب اپنی ماں کو راکھ پر سوتا دیکھ کر اتنا روئیں کہ پوری بستی میں کہرام مچ گیا۔تب سے راحت بیگم رجب کے گھر میں ہی تھیں۔ان کی یادداشت نے اب جواب دیا تھا۔

***

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

آدھی رات کا سماں تھا کہ راحت بیگم نے آنکھیں کھولیں۔ پہلے کچھ دیر چھت کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھتی رہیں۔ پھر جمائی لے کر اٹھیں اور پلنگ کی پشت سے ٹیک لگائی۔ ادھر ادھر دیکھا۔ پھر بڑبڑانے لگیں:

''پتہ نہیں یہ دل افروز کب آئے گی درگاہ سے؟ صبح کی گئی ہوئی ہے۔ آمینہ تو میکے جا کر وہاں سے آنے کا نام بھی نہیں لیتی۔ گیا تھا پرویز اسے لانے مگر نہ خود آئی نہ اسے واپس بھیجا۔ ناصر کی بھی کچھ خبر نہیں۔ اللہ رحم کرے۔''

راحت بیگم نے تکیے کے نیچے دبی اوڑھنی کھینچ کر نکالی۔ زینب نے اوڑھنی ماں کے سر پر رکھ کر پشت پر مضبوط گانٹھ باندھی۔ راحت بیگم نے پوچھا:

''تم کون ہو بی بی؟''

''اماں میں زینب ہوں۔''

''کون زینب؟''

راحت بیگم نے پلکیں پٹپٹاتے ہوئے پوچھا:

''یہ سب لوگ کہاں گئے ہیں۔ کوئی اس طرح گھر چھوڑ کر جاتا ہے بھلا؟ چوری چکاری بھی کوئی چیز ہے۔ یہ نہ سوچا کہ مجھے بھوک لگی ہے۔ کھانا کون کھلائے گا۔''

زینب نے پوچھا:

''اماں! کھانا کھاؤ گی؟''

راحت بیگم بولیں:

''گھر میں کچھ پکا ہے کیا؟ دو دن پہلے مسافر کچھ مانگنے آیا تھا۔ بشیر نے کہا معاف کرو گھر میں برکت ہے۔''

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کچھ دیر میں زینب کی چھوٹی بہو کھانا لے کر آئی۔ زینب ماں کو کھانا کھلانے لگیں۔ گھر کے افراد وہیں موجود تھے۔ اچانک راحت بیگم نے پوچھا:

''کئی دن سے رجب جُو[1] نظر نہیں آتا۔ کہاں بھیج دیا اسے؟''

زینب نے ان کو لقمہ کھلاتے ہوئے کہا:

''کہیں نہیں گئے ہیں۔ وہ بیٹھے ہیں۔''

راحت بیگم اوڑھنی کے کونے سے باچھیں صاف کرنے لگیں۔ اپنے داماد کو نحیف آواز میں پکارا:

''رجب جو!''

رجب جو راحت بیگم کے پہلو میں بیٹھ کر بولا:

''جی اماں بولیے۔ میں یہیں ہوں۔ بھلا آپ کو چھوڑ کر کہاں جاؤں گا۔''

راحت بیگم نے اس کے سر پر دایاں ہاتھ پھیر کر کہا:

''اچھا اچھا سلامت رہو۔ تم لوگ کیا ڈھونڈ رہے تھے؟''

رجب بولا:

''کچھ نہیں اماں! کچھ بھی تو نہیں۔''

راحت بیگم جھنجلا کر بولیں:

''ارے نہیں وہ جو کھو گیا ہے نا۔ کون کھو گیا ہے؟''

''شہزادہ کھو گیا ہے نانی!''

گڈیا دوڑتی ہوئی نانی کے پاس گئی:

''شہزادہ کھو گیا ہے نانی۔ میرا شہزادہ۔''

کچھ دیر کے توقف کے بعد راحت بیگم نے رجب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے

---

[1]۔ عام طور پر کشمیری مسلمانوں میں صاحبِ ثروت اور بارسوخ افراد کے نام کے ساتھ ''جُو'' کا لاحقہ لگایا جاتا ہے۔ جیسے رمضان جُو، صمد جُو، کریم جو وغیرہ۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کر کہا:

''رجب جو!''

''جی اماں!''

راحت بیگم بولیں:

''اپنے گھر کے معاملات کی کچھ خبر بھی رہتی ہے تمہیں۔''

''کیا اماں؟''

راحت بیگم نے ہلکے سے رجب کے منہ پر تھپڑ مارتے ہوئے کہا:

''ارے تم سب تو مجھ نگوڑی کو اکیلی چھوڑ کر چلے جاتے ہو۔ پیچھے کیا کیا ہوتا ہے اس کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔ آج دو پہر کو کچھ لونڈے دیوار پھاند کر صحن میں آگیے۔ اندر آکر پھاٹک کی کنڈی کھول دی۔ اور صحن میں بڑی دیر تک فٹ بال کھیلا۔ دیکھو نامرادوں نے کتنی کھڑکیوں کے شیشے توڑ دیے۔ پھر میں نے لاٹھی اٹھا کر ڈرایا اور بھگایا۔ مگر ان میں سے ایک ستیاناسی الٹے پاؤں واپس آیا۔ اس کے ہاتھ میں ہری بھری شاخ تھی۔ شہزادہ صحن کے ایک کونے میں سستا رہا تھا۔ اس نامراد لونڈے نے شاخ دکھا کر اسے للچایا۔ جب شہزادہ پھاٹک پر پہنچا تو لونڈا اسے اٹھا کر بھاگ گیا۔ میں نے بہتیرا شور مچایا چور چور مگر گولیوں کے شور میں کسی کو کچھ سنائی نہ دیا۔ ہائے اللہ ہمارے بچّوں کو بھی تو ہری شاخ دکھا کر للچایا گیا۔ نیلم کے گھاٹ پر اتارا گیا۔ مارا گیا اور گولیوں کے شور میں ہمیں اپنا ہی نوحہ سنائی نہ دیا۔ جہلم کے گھاٹ پر جہاں دھوبی کپڑے دھوتے تھے سنا ہے وہاں گھات لگی ہے۔ گھات ہے تو مات ہے۔ مات ہے تو رات ہے۔ ہوں ہوں ہوں بستیوں میں دن دھاڑے سیار بول رہے ہیں۔ الّو ہوک رہے ہیں۔''

زینب نے لقمہ بڑھایا تو راحت بیگم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا:

''زینب!''

''جی اماں!''

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

وہ گردن جھکا کر بولیں:

’’تم ان ملٹری والوں سے کیوں نہیں کہتیں کہ مجھ بڑھیا کو انہوں نے قید کیا ہے۔ وہ سنیں گے تو ضرور مجھے اپنے گھر لے جا کر چھوڑیں گے۔‘‘

زینب نے کہا:

’’کل ضرور کہہ دوں گی۔ ابھی تم سو جاؤ۔‘‘

زینب اپنی ماں کے پہلو میں سبکیاں لینے لگیں۔

***

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

شاخ اپنی اکڑ کی وجہ سے ٹوٹ گئی

پھگیاڑ سوچ رہا تھا کہ آخر شہزادے کے ساتھ کیا واردات پیش آئی اور کیوں۔ ممکن ہے جھونپڑے میں جب سو رہا تھا تب ریوڑ پانی پینے کے لئے دریا پر گیا ہوگا اور کسی نے اسی اثنا میں شہزادے کو لپک لیا۔ سچ کہتے ہیں سویا سو مویا۔ آگے ایسی غفلت نہ ہو اس لئے اس نے جھونپڑے کے آگے ایک گڑھا کھودا۔ اسے پانی سے بھر دیا۔ اپنے طریقے سے جانوروں کو سمجھایا کہ آگے پیاس لگے تو باڑ پھاند کر دریا پر جانے کی ضرورت نہیں۔ جانوروں نے بھی سمجھ لیا اور وہ اسی گڑھے سے پانی پینے لگے۔

اس دن پتہ نہیں کیسے ایک میمنا گڑھے میں گر گیا تھا۔ پھگیاڑ نے اسے فوراً باہر نکالا۔ ننھی سی جان پر سردی کی وجہ سے تھرتھری طاری ہوئی۔ پھگیاڑ اسے دھوپ میں سکھا رہا تھا کہ اچانک اس کے سامنے ایک فاختہ دھڑام سے گر گئی۔ کچھ دیر وہ فاختہ کو چپ چاپ دیکھتا رہا۔ وہ اڑنے کی کوشش کر رہی تھی مگر اس کا ایک شہ پر ٹوٹ چکا تھا۔ پھگیاڑ نے آہستہ سے ہاتھ پھیلا کر فاختہ کو اٹھایا۔ اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی کہ اس کا ایک شہ پر ٹوٹ چکا تھا۔ پھگیاڑ سمجھ گیا کہ کسی چیل نے اسے شکار کرنے کی غرض سے ہوا میں ہی اس پر زور سے جھپٹا مارا ہوگا۔ اس نے گڑھے سے پانی نکال کر ہتھیلی پر فاختہ کو پلانے کی کوشش کی۔ مگر وہ بار بار اپنی زبان باہر نکال کر اپنے درد کا اظہار کر رہی تھی۔ شام کو پھگیاڑ نے زخمی فاختہ کو سیب کے ایک خالی ڈبے میں رکھا۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اس کے سامنے چاول کے کچھ دانے اور ایک چھوٹی کٹوری میں پانی رکھا۔

شہزادے کی گمشدگی اسے مسلسل ستا رہی تھی۔ اگلے دن اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ اچانک خیال آیا:

''حرام زادہ! جمال کانا۔''

جمال کانا چک مغیرہ خان کا ایک ادھیڑ عمر کا چرواہا تھا۔ وہ اپنے گاؤں کے مویشی یہاں چروانے کے لئے روز لاتا تھا۔ چرس بہت پیتا تھا اور پینگ میں اول فول بکتا تھا۔ اس وقت وہ نالے میں اپنا پھیرن سرہانے رکھ کر سو رہا تھا۔ پھگیاڑ نے اسے جھنجھوڑ کر جگایا:

''اٹھ سالے!''

جمال جاگ گیا۔ اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر پہلے تو پھگیاڑ ڈر گیا مگر سوچا کہ سالے کو چرس نے اندر سے کھوکھلا کر دیا ہے۔ مجھ سے بھڑے گا تو بری طرح پٹے گا۔

''کیوں بے! کیوں جگایا مجھے؟''

اس نے لاٹھی پھیرن پر مار کر دھول جھاڑی:

''بول کیا بات ہے؟ بولتا کیوں نہیں؟''

پھگیاڑ نے اس کی ٹھوڑی میں ہاتھ دے کر کہا:

''دیکھ جمالے! شرافت سے شہزادہ لوٹا دے۔ قسم سے میں کسی سے نہیں کہوں گا۔''

جمال نے اسے جھڑکتے ہوئے کہا:

''سالے! میں کیوں چراتا تیرے بھیڑ کو؟''

پھگیاڑ چلایا:

''پھر کہاں گیا وہ؟ میرے سوا تم ہی ہوتے ہو یہاں دن بھر۔ سالے میری آنکھ لگ گئی اور تو نے بھیڑ اڑایا۔''

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

جمال نے پھیرن کی جیب سے نس وار کی ڈبی نکال کر کہا:

''دیکھ تو حد سے بڑھ رہا ہے۔ یہ لاٹھی دیکھ رہا ہے نا۔ سالے اسی سے ادھیڑ کر رکھ دوں گا۔ جا کر میرے گھر کی تلاشی لے۔ میرے گھر سے نکلے گا تو سو جوتے سر بازار مارنا۔''

پہگیاڑ نے غصّے میں کہا:

''تو اپنے گھر میں چوری کا مال کیوں رکھے گا۔ سالے! کیمپ والوں کو اونے پونے بیچا ہوگا۔''

جمال نے نس وار کی چٹکی زبان کے نیچے رکھ کر کہا:

''میں کیوں کیمپ والوں کو بیچوں؟''

پہگیاڑ نے جمال کا گریبان پکڑ کر کہا:

''تیری ماں کے خصم جو لگتے ہیں۔''

پہگیاڑ کے منہ سے غصّے میں آگ کا گولا نکلا جس نے جمال کے سینے کو پھونک ڈالا۔ اس کی ماں فالج کی وجہ سے بستر سے اٹھ نہیں سکتی تھی۔ جمال ہی اس کو کھلاتا پلاتا اور گوہ موتر کراتا تھا۔ ماں کی معذوری کی وجہ سے اس نے شادی نہیں کی تھی۔ اس نے غیظ میں لاٹھی کا وار پہگیاڑ کے سر پر کیا۔ پہگیاڑ جلد ہی سنبھل گیا۔ جوان تھا ایک ہی جست میں جمال کو زمین پر گرایا۔ جمال ہانپنے لگا:

''مار مار مادر چود! جتنا مارنا ہے مار۔''

پہگیاڑ کو جب لگا کہ اس کے ہاتھوں سے قتل ہو جائے گا تو اٹھ کر جمال کو اپنے پنجے سے آزاد کر دیا۔ جمال دوڑتا ہوا اس جگہ گیا جہاں وہ اپنے کھانے کا برتن رکھتا تھا۔ واپس ہانپتے کانپتے آیا تو اس ہاتھ میں پستول دیکھ کر پہگیاڑ کے پورے بدن میں سنسنی دوڑ گئی:

''دیکھ جمال! یہ ہتھیار ہے۔ دیکھ بھائی! آٹو میٹیک ہے۔ ٹریگر دبے گا تو گولی چلے گی یار! ہٹا ہٹا اس کو۔''

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

جمال نے پستول نیچی کر دی:

''اب بول آٹا میٹی کے بچے۔ سالے آگے الزام دھرا، یاماں کی گالی دی تو پورا میگزین تیرے سینے پر خالی کر دوں گا۔ حرام زادہ! دادا گری دکھاتا ہے۔ چل بھاگ یہاں سے۔ جنگلی کتا سالا۔''

پھگیاڑ گھبرا کر باغ کی طرف دوڑنے لگا۔ اس کا شک درست نکلا۔

''جنگلی کتا سالا۔''

اسے لگا جیسے پیڑ اسے گالیاں دینے لگے۔

اب چیل سفیدے سے اڑ گئی۔

''سالی گدھ کی حرامی اولاد۔''

''اب کوسنے سے کیا فائدہ؟''

مسافر نے اپنے موزے نچوڑ کر گھاس پر سکھانے کے لئے رکھ دیے۔ اب وہ جوتا دھونے لگا۔ پھگیاڑ بولا:

''فضول کی مشقت کر رہے ہو سائیں۔ موزوں سے بدبو نہ گئی میل خاک جائے گا۔ مسافر ہو صابن ساتھ کیوں نہیں رکھتے؟''

مسافر نے جوتا ایک طرف رکھ کر پوچھا:

''تمہیں کیسے پتہ کہ میں مسافر ہوں؟''

پھگیاڑ نے اس کے جوتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

''تمہارے جوتوں اور جرابوں کی بدبو کہہ رہی ہے کہ گھر سے کب کے نکلے ہو۔ اور جب سے نکلے ہو تب سے چلتے رہے ہو۔ سوتے ہو مگر جوتوں کے ساتھ۔''

پھگیاڑ ایک ہی سانس میں بولا۔ مسافر اس کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ پوچھا:

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''اس دریا میں مچھلیاں ہیں؟''

پھگیاڑ نے مذاق میں کہا:

''نہیں مچھلیاں نہیں مگر مچھ ہیں۔''

مسافر مسکرایا۔ پھگیاڑ نے کہا:

''اجنبی ہو۔ راستوں سے انجان ہو۔ یہاں سے آگے کہاں جانا ہے یہ نہیں معلوم ہے۔ اس لیے کسی کا انتظار کر رہے ہو۔''

مسافر نے بات ٹالتے ہوئے پوچھا:

''کبھی مچھلیاں پکڑتے ہو؟''

''نہیں!''

پھگیاڑ نے پانی جھکولتے ہوئے کہا:

''کیوں؟''

پھگیاڑ کو اجنبی کا سوال جواب کرنا عجیب لگا۔ کچھ دیر سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بولا:

''کیوں کہ مچھلیاں پانی میں، پرندے ہوا میں اور انسان زمین پر ہی اچھے لگتے ہیں۔ مچھلی پانی سے باہر نکلتی ہے تو چھٹپٹا کر مر جاتی ہے۔ پرندہ زمین پر اترتا ہے تو دانے کے لالچ میں دام میں پھنس جاتا ہے۔ انسان اڑنے لگتا ہے تو گر کر چور ہو جاتا ہے۔''

مسافر نے ٹھوڑی کھجاتے ہوئے کہا:

''باتیں بہت اچھی کرتے ہو۔ کس سے سنا ہے یہ سب؟''

پھگیاڑ نے لمبی آہ بھر لی۔ بولا:

''بڑے مالک یعنی میرے مالک کے والد باتوں ہی باتوں میں گہرے بھید کی بات بتاتے تھے۔ اکثر کہتے تھے بادل اگرچہ امید کی نشانی ہیں مگر زیادہ امنڈ امنڈ کر آئیں تو زمین پر اندھیارا چھا جاتا ہے۔ بارش اگرچہ رحمت ہے مگر اعتدال سے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

گزر جائے تو شامت بن جاتی ہے۔ پھول کی خوشبو مدہم مدہم آنچ کی طرح ہونی چاہیے کہ شیدائی قریب جا کر گردن جھکا کر محسوس کرے۔ جو شاخ ہوا کے جھونکوں سے خود کو ہم آہنگ نہ کرے وہ شاخ ٹوٹ جاتی ہے۔ پھر لوگ ہوا کے زور کو تو کوستے ہیں مگر شاخ کی اکڑ انہیں دکھائی نہیں دیتی۔ کہتے تھے اللہ نے انسان کو اس کی عبادت کے لیے بنایا تھا مگر وہ کمزوروں سے خود کی عبادت کروا رہا ہے۔ انسان کو محبت بنانے کا اختیار تھا مگر اس نے حکومت بنائی، بیمار قانون بنائے، تشدد کے ہتھیار بنائے۔ مذہب تقسیم کرتے کرتے ہم نے خدا کو اتنا تقسیم کیا کہ وہ اس قدر چھوٹا بن کر رہ گیا کہ اسے پہچانا ہی نہیں جا سکتا۔

ہائے بیچارے جوڑوں کے درد کی وجہ سے بلکتے رہتے تھے۔ میں انہی کے پاس سوتا تھا۔ میں جب زیتون کے تیل کی مالش کرتا تب جا کر نیند آتی۔ مجھ سے بہت پیار کرتے تھے۔ ایک دن مغرب کی نماز پڑھ کر مسجد سے لوٹ رہے تھے کہ ملٹری کی گشتی پارٹی پر کسی نے گرنیڈ پھینکا۔ پھر کیا تھا۔ فائر چلے۔ صبح ان کی لاش سڑک پر ملی۔ وہ اپنی لاٹھی کو سینے سے لگا کر جیسے گہری نیند سو رہے تھے۔ جیسے کہہ رہے تھے شاخ اپنی اکڑ کی وجہ سے ٹوٹ گئی۔ انہوں نے اپنے جوڑوں کے درد کو بھی اپنے ساتھ لیا۔ کبھی کبھی طاق پر زیتون کے تیل کی بوتل دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔"

پہگیاڑ رونے لگا۔ مسافر نے پوچھا:

"فاختہ کا کیا ماجرا ہے؟"

پہگیاڑ نے آنسو پونچھے۔ بولا:

"حرام زادی چیل نے ہوا میں جھپٹا مار کر زخمی کر دیا۔ دم توڑ رہی تھی کہ میں نے ذبح کر دیا۔ سوچا تھا الاؤ پر بھون کر کھاؤں گا مگر ہوا کی امانت ہوا میں ہی سما گئی۔ زمین والے کے مقدر میں نہ تھی۔"

مسافر نے پوچھا:

"یہ باغ تمہارے مالکوں کا ہے؟"

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''ہاں!''

''اور یہ بھیڑ؟''

''انہی کے ہیں۔''

''نام کیا ہے تمہارا؟''

پھگیاڑ سوچنے لگا۔

''بولو!''

''ارے کیا بتاؤں؟ یہ لوگ مجھے پھگیاڑ کہتے ہیں۔''

''پھگیاڑ؟''

''اس نے تعجب سے پوچھا:

''یہ کون سا نام ہوا؟''

''دیکھو میں بتاتا ہوں۔ پھگیاڑ ہماری طرف جنگلی کتّے کو کہتے ہیں۔ وہ بڑے بدصورت اور شریر ہوتے ہیں۔ چونکہ میری شکل اچھی نہیں اور میں شریر بھی بہت ہوں اس لئے انہوں نے میرا نام پھگیاڑ رکھا۔''

مسافر نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھ کر کہا:

''اچھا! یہ بات ہے۔ مگر دوست تمہاری صورت تو اچھی بھلی ہے۔''

''شاید! مگر شریر میں بہت تھا۔ میرا مالک مجھے ہتھوڑے سے مارتا تھا۔ اب بھی مارتا ہے مگر ہتھوڑے سے نہیں۔''

''اور تمہارا اصلی نام کیا ہے؟''

''میرا اصلی نام کیا ہے؟ ایک میرا نام تھا اجمیری۔ مگر اسے چھوڑنا پڑا۔''

مسافر نے پھگیاڑ کی بات کاٹ کر پوچھا:

''اجمیری؟''

''ہاں اور کیا۔ اصل بات یہ ہے کہ جس سال میں اماں کے پیٹ میں تھا میرے بابا کو ان کے مرشد نے اپنے ساتھ اجمیر شریف آنے کو کہا۔ بابا نے کہا میں تو

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

آؤں گا مگر زوجہ میرے ساتھ ہوگی۔ اماں کا ساتوں مہینہ تھا۔ سب نے سوچا کہ ابھی دو مہینے ہیں کوئی پروانہیں۔ مگر اللہ کی کرنی دیکھو کہ اجمیر کی زیارت کرنے کے فوراً بعد اماں کو دردزہ ہونے لگا۔ اگلے روز ہسپتال میں میری ولادت ہوئی۔ مرشد نے کہا بچہ اجمیر میں پیدا ہوا ہے اس لئے اس کا نام اجمیری رکھ لو۔ چھ سات سال کا تھا کہ میری شرارتوں سے تنگ آ کر ایک دن بابا مجھے مدرسے میں داخل کرانے کے لئے لے گئے۔ یہ مدرسہ نہیں جہاں ماسٹر لوگ پڑھاتے ہیں بلکہ وہ جہاں مولوی لوگ درس دیتے ہیں۔ مفتی صاحب نے چھوٹتے ہی پوچھا لڑکے کا نام کیا ہے۔ بابا بولے اجمیری۔ مفتی صاحب نے تیوری پر بل چڑھا کر پوچھا یہ کیا نام ہوا۔ بابا نے روداد میرے جنم کی سب بیان کی تو مفتی بولا کہ نام بدل دو لونڈے کا کس واسطے کہ غیر شرعی ہے۔ بابا کو کیا معلوم تھا کہ غیر شرعی کیا ہوتا ہے۔ پوچھا مولبی صاب وہ کیا ہوتا ہے۔ مفتی بولا تمہارا سر۔ نام بدلتے ہو کہ نہیں؟ کیا نام رکھوں مولبی صاب؟ بابا نے پوچھا۔ مفتی بولا مجھے کیا معلوم۔ بابا نے سوچا کہ ان کے بابا کا نام اگر غیر شرعی ہوتا تو اب تک کسی نے اعتراض اٹھایا ہوتا۔ جھٹ سے بولا قلندر خان۔ بس قلندر خان؟ مفتی نے پوچھا۔ بابا نے ترنت کہا۔ محمد قلندر خان۔ یہاں آ کر میں نہ محمد قلندر خان رہا، نہ اجمیری ہی رہا، پھگیاڑ بن گیا۔"

مسافر کے موزے اور جوتے ابھی گیلے ہی تھے۔ وہ موزے پہننے لگا تو پھگیاڑ بولا:

"ابھی کچھ اور دھوپ کھانے دو۔ کہاں کی جلدی ہے۔ جب تک تمہیں لینے والے نہیں آئیں گے تب تک کہاں جاؤ گے؟"

مسافر نے حیران ہو کر پوچھا:

"تمہیں کیسے معلوم کہ میں یہاں کی راہوں سے انجان ہوں اور مجھے کوئی لینے آ رہا ہے؟"

"بس پتہ چل جاتا ہے۔"

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

مسافر تھوڑا سا پریشان ہونے لگا۔ پہگیاڑ بھانپ گیا۔ بولا:

''ڈرتے کیوں ہو؟ میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ پوچھیں گے تو بتادوں گا کہ پہاڑ سے رشتہ دار آیا ہے۔''

وہ راستے کی طرف دیکھنے لگا۔ پہگیاڑ نے کہا:

''دیکھو یہاں مغرب کی طرف سے وہ نہیں آئیں گے۔ کیونکہ وہاں ملٹری کا کیمپ ہے اور وہ گاؤں کے آس پاس گشت لگاتے رہتے ہیں۔ آئیں گے تو مشرق کی طرف سے۔ ایک ہوا تو سیدھے رستے سے آئے گا۔ اگر زیادہ ہوئے تو ان باغوں کے بیچ میں سے آئیں گے۔''

مسافر نے سگرٹ جلایا۔ پوچھا:

''تم میرے بارے میں کیا جانتے ہو؟ اور کتنا جانتے ہو؟''

پہگیاڑ نے ہاتھ کے اشارے سے سگرٹ مانگتے ہوئے کہا:

''کیا جانتا ہوں یہ بتا نہیں سکتا البتہ اتنا جانتا ہوں جتنا ان بھیڑوں کے بارے میں جانتا ہوں۔''

تبھی پہگیاڑ کو باغوں سے تین لڑکے آتے دکھائی دیے:

''لو سائیں! آ گئے تمہیں لینے والے۔''

اس نے لاٹھی اٹھائی:

''چلو جی ہم چلتے ہیں۔ کسی مدد کی ضرورت ہو تو ادھر جھونپڑی میں ہوں گا آواز دینا۔''

پہگیاڑ چلا گیا تو مسافر سوچنے لگا کہ یہ انسان نہیں جن ہے۔

***

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

لوہا پہن کر راجا بن جاؤ گے سائیں

''میں تم سے تمہارے نام نہیں پوچھوں گا کہ تمہارے ناموں کے اوپر کسی اور نام کی پرت چڑھادی گئی ہے۔ تم لوگوں کو معلوم ہے کہ بہت سے مکین اپنے مکان کے پھاٹک پر اپنا نام کھدواتے ہیں۔ اور جب مکان بکتا ہے اور مکین بدلتا ہے تو وہ پرانے مکین کے نام کو مٹانے کے لئے ہتھوڑا نہیں اٹھاتا بلکہ اپنے نام کی تختی لکھوا کر اس کے اوپر لگا دیتا ہے۔ ایک ایسی ہی تختی تم میں سے ہر ایک کے نام پر لگا دی گئی ہے حالانکہ تم لوگوں نے کوئی سودا نہیں کیا مگر سودائی کہلاتے ہو۔ تم اپنے کاندھوں پر اپنی اپنی لوح مزار لے کر گھومتے ہو۔ کیا پتہ تم اپنی لوح مزار پر اپنا نام لکھنے تک رہو گے بھی یا نہیں۔''

وہ چار نوجوان تھے اور پھگیاڑ سے مدد طلب کر رہے تھے۔ پھگیاڑ کی باتیں سمجھنے کے لئے ان کے پاس وقت نہیں تھا کہ انہیں دن ڈھلنے سے پہلے منزل پر پہنچنا تھا۔ ان کی منزل وہ محلہ تھا جو دریا کے اس پار تھا اور اتفاق سے مشرق کی طرف کا پہلا محلہ۔ ان میں سے ایک اسی شہر کا تھا اور سارے راستے جانتا تھا۔ پھگیاڑ کی باتیں سن کر وہ جھنجلا گیا۔ اس کے دماغ میں جو راستہ محفوظ تھا اس پر چلنے کا مشورہ دیا۔ پھگیاڑ نے کہا:

''پکڑے جاؤ گے چاروں۔''

''وہ کیسے؟''

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اس نے پھگیاڑ کو آنکھیں دکھا کر پوچھا۔ پھگیاڑ بولا:

''سائیں! کاغذ اور قلم ہے کسی کے پاس؟''

ان میں سے ایک نے ڈائری نکالی۔ ایک ورق پھاڑ کر پھگیاڑ کو دیا۔ ایک اور کے پاس قلم تھا پھگیاڑ نے کاغذ پر نقشہ کھینچا۔ اب وہ قلم کی نوک سے دکھانے لگا:

''دیکھو یہ تم لوگوں کی منزل ہے۔ کئی راستے ہیں۔ جیسے یہ والا، یہاں سے آدھے کوس پر چوک آئے گا۔ پھر دائیں طرف پل ہے۔ پل پر سپاہی تلاشی لیتے رہتے ہیں۔ تمہاری حالت ان کے دماغ میں شک پیدا کرنے کے لئے کافی ہے۔''

اس نے ایک جوان کی پتلون کا پائنچہ اٹھا کر دیکھا۔ بولا:

''گھٹنے پر زخم کا نشان ہے۔ ایسے ہی نشان تم لوگوں کی کہنیوں پر بھی ہوں گے۔ یہ کافی ہے۔''

اس نے قلم کی نوک دوسرے راستے پر رواں کر دی:

''یہ راستہ قدرے محفوظ ہے مگر مشکل یہ ہے کہ ایک کوس تک باغوں کے اندر ہی اندر سفر کرنا ہے۔ پھر کیا معلوم کہ نکڑ پر ملٹری ہو۔ تفتیش کی اور دھر لیا۔ ایک راستہ یہ بھی ہے۔ یہاں سے ایک ایک کر کے کنارے کنارے چلتے جاؤ۔ اس جگہ گھاٹ پر کشتیاں ہیں جو لوگوں کو آر پار ڈھوتی ہیں۔ اس میں مشکل یہ ہے کہ کبھی کبھی کشتیوں پر بھی چھاپہ پڑتا ہے۔''

ان میں سے کوئی بولا:

''اس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ ہمیں باقی عمر اسی باغ میں گزارنی ہوگی۔''

پھگیاڑ نے سر اٹھا کر کہا:

''اس شہر کے ہوتے تو میں یہ سب ورزش نہیں کرتا۔ پکڑے گئے تو شناخت کوئی نہیں کرے گا۔''

''صحیح ہے۔''

ان میں وہ بولا جو اسی شہر کا تھا۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''اب؟''

ان میں وہ بولا جوان کا امیر تھا:

''اب یہ کہ اندھیرا ہوتے ہی وہاں جہاں یہ دریا موڑ کاٹتا ہے ایک کشتی نمودار ہوتی ہے۔ اس میں سوار ہو جاؤ اور مانجھی سے کوئی گفتگو کسی باب میں نہ کرو۔ اور نہ اسے اس کے باب میں کچھ پوچھو۔ اس پار پہنچ کر یہ راستہ اختیار کرو۔ اس محلے سے نکل کر سڑک پار کرو۔ اور ادھر سے ادھر تک محلوں کے اندر ہی اندر چل کر اپنی منزل پر اس جگہ پہنچ جاؤ۔''

لکیریں پھیل گئی تھیں۔ انہیں لگا کہ ہر لکیر شہادت کی انگلی کی طرح اٹھ کر ان کے راستے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ شہادت اور انگلی کتنا رمز ہے ان دونوں لفظوں میں۔

تاریکی پوری طرح پھیل چکی تھی۔ تاروں کی چھاؤں میں سفیدے کے درخت سرمئی لکیروں کی طرح دکھائے دیتے تھے۔ پہگیاڑ ٹھیک اس جگہ پر رک گیا جہاں اندھیر ہوتے ہی کشتی نمودار ہوتی تھی۔ کچھ دیر وہ اندھیرے میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ پھر اس نے نالے کے پاس آ کر مدہم آواز میں پکارا:

''کہاں ہو تم سب؟''

ان میں سے ایک استادہ ہوا اور سرگوشی میں بولا:

''کشتی کہاں ہے؟ اور ہم بھول گیے تمہارا بتایا ہوا راستہ کہ جس کاغذ پر تم نے لکیریں کھینچی تھیں وہ اندھیرے نے ہم سے چھین لیا۔''

تب دوسرا بولا:

''مگر تم تو چلے گیے تھے۔ واپس کیوں آئے؟''

تیسرے نے کہا:

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''سوال یہ نہیں کہ یہ واپس کیوں آ گیا۔ سوال یہ ہے کہ یہ واپس کیسے آ گیا۔''

پھگیاڑ بولا:

''سائیں! تم ایسا کیوں پوچھ رہے ہو؟''

ان میں سے ایک نے کہا:

''اس لئے کہ تمہارے چلے جانے کے بعد پورا شہر گولیوں کے دھماکوں سے دہل اٹھا۔ انسانوں کی تو بات ہی نہیں پنکھ پکھیرو تک بھیم کے مارے اپنے گھونسلوں میں دبک کر بیٹھ گیے۔''

پھگیاڑ نے ان کی طرف پیٹھ کی:

''تو تم سب یہ سمجھ لو کہ میں ایک پرچھائیں ہوں اور پرچھائیاں گولیوں اور گولیاں چلانے والوں کو نظر نہیں آتیں۔''

وہ جیسے کسی اور سے ہمکلام تھا۔ جو وہاں تھا مگر کسی کو نظر نہیں آرہا تھا۔ ایک لمحے کے لئے وہ ڈر گیے۔ کسی نے پوچھا:

''تمہیں وہ نقشہ یاد ہے؟''

پھگیاڑ بڑبڑایا:

''ہر انسان کی ہتھیلی پر ایک نقشہ ہوتا ہے۔ تم سب اپنا اپنا نقشہ دیکھ لو۔''

وہ ان کے پاس بیٹھ گیا۔ کوئی بولا:

''مگر اندھیرے میں ہمیں کچھ نظر نہیں آرہا ہے۔''

دور کیمپ کے اونچے مچانوں پر کھڑے سپاہی سرچ لائٹ کے گولوں کو چاروں طرف گھما رہے تھے۔ دھند لکے ان کے آس پاس کو بھی چھو کر گزرتے تھے۔ ایک لمحے کے لیے دریا کا پانی چمچما اٹھتا۔ تبھی کچھ آوارہ گھوڑے آپس میں لڑنے لگے۔ ان کے ہنہنانے سے سب دہل اٹھے۔ ایک گھوڑا دلکی چال میں ان کے سامنے سے گزر گیا:

''کہاں کے ہیں یہ گھوڑے؟''

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کسی نے پوچھا۔ پھگیاڑ بولا:

''یہیں آس پاس کے گاؤں کے۔ پہاڑ میں گھوڑا ناکارہ ہو جائے تو اسے یا تو گولی ماردی جاتی ہے یا پھر سنکھیا کھلایا جاتا ہے۔''

''بڑے بے درد لوگ ہیں۔''

کسی نے کہا۔ پھگیاڑ نے جیسے سنا ہی نہیں:

''ورنہ چیتا پھاڑ کر کھا جائے گا۔ اور جب چیتے کو خون کی لت لگتی ہے تو خون کے بغیر بھاؤلا ہو جاتا ہے۔''

کوئی بولا:

''مجھے ہم میں اور ان گھوڑوں میں اس وقت کوئی فرق نظر نہیں آتا۔''

پھگیاڑ نے کہا:

''پار ہو جاؤ سائیں۔ کچھ دنوں میں زین چڑھے گا تو ہوا میں اڑتے نظر آؤ گے۔ پھر تمہارے ٹاپوں کی آواز سے دل دہل جائیں گے۔ جیسے ابھی ہمارے دہل اٹھے تھے۔ اور اگر تم پر، انا، ضد، حسد اور انتقام یا ان جیسا کوئی جذبہ سوار ہوا تو چنگیز خان بن جاؤ گے۔ اور اگر خون کی لت لگ گئی اور چیتا بن گیے تو بستی بستی چیر پھاڑ کرتے پھرو گے۔ شطرنج کا گھوڑا ڈھائی قدم کی چال چلتا ہے۔ آگے پیچھے دائیں بائیں۔ اگر شطرنج میں چیتا ہوتا تو اس کی چال کتنے قدم کی مقرر ہوتی؟''

''مطلب!''

کسی نے اس کے شانوں کو جھنجوڑتے ہوئے پوچھا:

''مطلب؟''

پھگیاڑ نے اپنی نشست بدل دی:

''مطلب یہ کہ لوہا پہن کے راجا بن جاؤ گے سائیں ____ راجا۔ راجا پر ایک کہانی یاد آئی۔''

کسی نے پھگیاڑ کو ٹوکا:

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''کہانی گئی بھاڑ میں۔ کشتی کہاں ہے۔ اور ہم کب یہاں سے روانہ ہو جائیں گے؟''

پھگیاڑ نے اس کے شانے تھپتھپا کر کہا:

''کیوں اس ویرانے سے ڈر لگتا ہے؟ سائیں! ویرانوں کی عادت ڈال دو۔ بستی میں رہو گے تو کسی دن گم ہو جاؤ گے۔ بستی تم جیسے لوگوں کو نگل جاتی ہے۔''

کوئی بولا:

''مگر پھگیاڑ! میرا مطلب ہے اجمیری اب ہمیں جانا چاہیے۔''

''آؤ میرے ساتھ۔''

پھگیاڑ کھڑا ہو گیا:

''اپنے کپڑے زور سے مت جھاڑنا کہ پیڑوں کے پیچھے گھات لگانے والا آواز سن سکے۔''

پھگیاڑ ایک جگہ رک گیا۔ سر اٹھا کر نالے کے پشتے سے گردن ادھر ادھر گھمائی۔ پھر گھاس کے ایک ڈھیر سے شکارا نکالا۔ سب نے شکارے کا ایک ایک کونہ پکڑا۔ اس میں ایک چھوٹی سی پتوار تھی۔ پھگیاڑ نے کنارے پر پتوار اٹھائی۔ شکارا پانی میں اترا پھگیاڑ نے اس کو تب تک پکڑ کر رکھا جب تک سب لوگ اس میں سوار نہ ہوئے۔ پھگیاڑ سوار ہوا تو شکارا بری طرح سے ڈولنے لگا۔ کسی کے منہ سے چیخ نکلی۔

پھگیاڑ نے اسے پتوار سے مارا:

''چپ حرام زادے!''

سب خاموش ہو گیے۔ شکارا ہولے ہولے پار ہونے لگا۔

چنار کے پتے ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکوں سے یوں سرسرا رہے تھے جیسے کوئی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

بچّہ خواب میں مسان دیکھ کر چھٹپٹا رہا ہو۔ دریا کی طرف سے سبکیوں کی طرح سائیں سائیں کرتی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ تاروں بھرے آسمان میں بادل کے کچھ ٹکڑے تھے جنہیں دیکھ کر لگتا تھا جیسے تازہ لاشوں کے اوپر کفن ڈال دیا گیا ہو۔ دور کہیں سے الّو ہوک رہا تھا۔ سیار ہوں ہوں کر رہے تھے۔ بستی کے پاس ہی دریا کے کنارے پر کشتی میں ایک کنبہ رہتا تھا۔ اچانک وہاں سے ہنسوں کے چنگھاڑنے کی آوازیں آنے لگیں۔ پھر گہری خاموشی چھا گئی۔ کچھ دیر بعد چاند نکلا تو دریا کے اس پار پانی سے جیسے کوئی ہیبت ناک دھندلکا ابھرنے لگا۔ اچانک سرچ لائٹ کا جھماکا ادھر ادھر گھومنے لگا:

''تمہاری تاک میں کوئی تھا۔''

پھگیاڑ نے کہا:

''ہماری تاک میں؟ بھلا کون ہوسکتا ہے؟''

کسی نے پوچھا۔ پھگیاڑ نے خبردار کردیا:

''کوئی سگرٹ نہیں جلائے گا۔''

کسی نے کہا:

''مگر وہ تو اُس پار ہیں۔''

پھگیاڑ بولا:

''چپ ہو جاؤ۔ جس جگہ ہم بیٹھے ہیں وہاں سے ایک کلومیٹر کی دوری پر کیمپ ہے۔ اور انہیں وہاں تک پیدل نہیں جانا پڑے گا۔ واکی ٹاکی سے ہماری لوکیشن بتادیں گے۔ بس دو منٹ میں اس گاؤں کو گھیرے میں لے کر تلاشی شروع کریں گے۔''

''اب؟''

کسی کے لہجے میں تشویش تھی۔

''اب کیا!''

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

پھگیاڑ بولا:

''ان کو ہٹنے دو پھر سوچیں گے۔''

کچھ دیر بعد سرچ لائٹ دور باغوں میں ادھر ادھر گھومنے لگی:

''گیے کیا؟''

کسی نے پوچھا:

''ہاں!''

پھگیاڑ نے اٹھ کر کہا:

''یہاں سے نکلو۔''

کوئی بولا:

''میری مانو تو مسجد شریف میں رات کاٹیں گے۔''

پھگیاڑ نے غصّے میں کہا:

''مرنے کا اتنا ہی شوق ہے تو جاؤ اور پاؤں پسار کر سو جاؤ۔ کیا ان لوگوں کا قصّہ نہیں سنا جو گشت پر تھے اور آدھی رات کو مسجد میں سو گیے اور غفلت سے جان گنوائی۔''

''گشت؟ کیسی گشت؟''

کسی نے پوچھا۔ پھگیاڑ بولا:

''یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ راتوں کو محلوں میں گشت کرنے سے ملٹری ڈر کر داخل نہیں ہوگی۔ پورے شہر کی مساجد کے لاؤڈ سپیکروں سے گرجنے والے اللہ اکبر کے نعرے انہیں خوف زدہ کریں گے۔ دراصل یہ لوگ خود خوف زدہ ہیں اور اپنا خوف دور کرنے کے لیے غل مچاتے ہیں۔''

''غفلت میں جان گنوانے والوں کا کیا قصّہ ہے؟''

کسی نے پوچھا۔ پھگیاڑ بولا:

''دانشمندوں نے اس شہر کے لوگوں سے کہا کہ رات کو اپنے اپنے محلوں میں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ہوشیار رہو۔ اور جب آرمی کو آتا دیکھو تو غل مچاؤ۔ ٹین کے کنستر بجاؤ اور مسجدوں کے لاؤڈ اسپیکروں پر نعرۂ تکبیر کے نعرے بلند کر کے پورے شہر کو چتاؤ۔ چنانچہ رضا کار محلوں کے راتوں کو گشت کرنے لگے۔ اس محلہ کے رضا کار پچھلے پہر مسجد میں سو رہے تھے کہ آرمی نے چھاپہ مارا۔ رکنے کو کہا۔ نہ رکے۔ آرمی نے فائر کیا۔ میں نے دو گھڑی آنکھیں موند لی تھیں کسی نے شہزادہ اڑا دیا۔''

''شہزادہ؟ کون شہزادہ؟''

کسی نے پوچھا۔ پھگیاڑ نے جیسے سنا ہی نہیں۔ بولا:

''بیٹھو۔''

کسی نے چیختے ہوئے پوچھا:

''یہاں اس کھلے میدان کے بیچوں بیچ؟''

پھگیاڑ نے شبنمی گھاس پر ہتھیلی رگڑ کر کہا:

''ہاں یہیں۔ یہاں کسی کی آنکھ نہیں لگے گی۔''

کسی نے کہا:

''مگر یہاں سے تو بھاگ نہیں سکتے۔''

پھگیاڑ نے کہنیوں کے بل لیٹتے ہوئے کہا:

''تم سے بھاگنے کو کون کہتا ہے؟''

کوئی چلایا:

''دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا۔ یہاں پکڑے جائیں گے۔''

پھگیاڑ نے طنزیہ لہجے میں کہا:

''دو پستول چالیس راؤنڈ! اسی سے دفاع کرو گے۔''

کسی نے پھگیاڑ سے پوچھا:

''پار سے آئے ہو؟''

پھگیاڑ بولا:

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''ہاں!''

کسی نے پوچھا:

''کب؟''

پھگیاڑ ہنس کر بولا:

''ابھی ابھی۔تم لوگوں کے ساتھ۔''

کوئی بولا:

''مذاق بہت اچھا کرتے ہو۔یہ بتاؤ تم کیسے اور کیوں آئے۔''

پھگیاڑ نے کہا:

''فائرنگ ہوئی تو میں سمجھ گیا کہ آج شکارا دریا میں نہیں اترے گا۔اماں سے تمہارے بارے میں کہا تو بولیں کہ کسی بھی طرح سے جاکر انہیں اپنے ٹھکانے تک پہنچاؤ۔تو سائیں میں آگیا۔''

سب لیٹ گیے۔کسی نے کہا:

''وہ تم کسی راجا کی کہانی سنانے والے تھے۔''

پھگیاڑ نے آسمان کی طرف دیکھ کر آہ بھر لی:

''نہیں! رہنے دو اب۔''

سردار نے کہا:

''بولو یار منتیں نہ کراؤ۔''

پھگیاڑ آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔میدان کی دائیں طرف دھان کے کھیتوں کے بیچ سبزی کی کیاریوں کے چاروں طرف کھڑے سفیدے کے نوخیز پیڑ دیکھ کر اسے لگا جیسے آسمان سے کوئی پراسرار مخلوق اتر کر انہیں چپکے سے دیکھ رہی ہے۔جیسے ہوا کے نرم جھونکوں سے جھومنے والی شاخیں وجد میں آکر ذکر کر رہی ہیں۔دور کسی باغ سے رکھوالے کی ہانک سنائی دی ''ہوش خبردار۔'' وہ کہانی بیان کرنے لگا:

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''راجا کی نہیں ایک قبیلے کی کہانی یاد آئی۔ کہتے ہیں دور پہاڑوں کے درے میں ایک قبیلہ رہتا تھا۔ لوگ اس قبیلے کے بہت ہی خوبصورت تھے۔ دن کو پہاڑوں میں جانوروں کا شکار کرتے رات کوالاؤ جلا کر ان کا گوشت بھون کر کھاتے۔ پھر دو مرد ایک دوسرے سے پنڈلیاں ملا کر اپنے اپنے پہلو میں عورت رکھتے تھے۔ دستور اس قبیلے کا یہ تھا کہ مرد اور عورت جفتی بھی کریں اور مرد اور مرد کی پنڈلی جدا بھی نہ ہو۔ ہر مرد کی باری ہوتی تھی۔ پوچھو کس کی؟ عورتوں کی ماہواری کا خون پینے کی۔ جو عورت ماہواری سے فارغ ہوتی وہ اپنا فرج کھول کھول کر سب کو دکھاتی۔ پھر ایک رات ان پر ایسی پڑی کہ سب پاگل ہو کر ایک دوسرے کی جان کے درپے ہوئے۔ صبح تک ایک دوسرے کا گلا دبا کر سب مر گیے۔ آخری آدمی کا گلا سردار نے دبایا۔ پھر اس نے سب لاشوں کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ کچھ دن ہوئے کہ لاشوں سے بساند آنے لگی اور کتّے اس جنگل کے ان کی طرف راغب ہوگیے۔ دن میں کئی بار حملہ کرتے مگر سردار اپنی چوب دکھا کر انہیں بھگاتا۔ وہ دن رات چوب ہاتھوں میں لیے لاشوں پر پہرہ دینے لگا۔ بھوک لگتی تو کسی لاش سے گلا ہوا گوشت نوچ کر کھا جاتا۔''

اچانک پہگیاڑ رک گیا۔ پیاس سے اس کا گلا سوکھ گیا تھا۔ پیاس بجھانے کے لئے اسے دریا تک جانا تھا جس میں جان کا خطرہ تھا۔ وہ دو تین بار تھوک نگل کر پھر سے رواں ہوا:

''پھر کسی شہر سے کچھ اشخاص کوہ پیمائی میں ماہر دور جنگل تک آگیے اور اپنا راستہ بھول بیٹھے۔ جب راستہ تلاشتے تلاشتے تھک گیے تو گھنے پیڑوں کے نیچے خیمے اپنے اپنے برپا کر کے کبھی نقشہ تو کبھی قطب نما دیکھنے لگے۔ جب کچھ نہ سوجھا تو امیر بولا:

''تم اپنے ہوش کہیں بھول گیے کیا؟ دیکھتے نہیں کہ نقشے کی لکیریں الٹی ہوگئی ہیں اور قطب نما کی سوئی پر لقوہ مار گیا ہے۔ اٹھو الاؤ جلاؤ اور کچھ فکر خورد و نوش کی کرو۔''

رات کو خیموں میں جانے سے پہلے عورتوں نے اس ٹولی کی وہ رقص کیا کہ پیڑ ہلنے لگے اور ان میں سے آوازیں عجیب طرح کی آنے لگیں۔ پھر شراب کے پیالوں کو

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ایک دوسرے پر مار کر وہ سو گیے ۔ رات بھر بجلیاں کڑکیں اور بادل برسے۔ صبح جب ان میں سے ایک کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو ایک پیڑ کے نیچے پایا۔ اس کا قافلہ اسے گھنے جنگل میں تنہا چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ پھر وہ اس طرف روانہ ہوا جس طرف اس کے ساتھیوں کے قدموں کے نشان تھے۔ مگر کچھ ہی دور جا کر اس نے دیکھا کہ قدموں کے نشان ایک دلدل پر ختم ہو گیے ۔ پس وہ ناامید ہو کر اسی پیڑ کی طرف لوٹ آیا دیکھا کہ دوسری طرف سے قدموں کے نشان ہیں۔ اس طرف بھی وہی ہوا جو پہلی بار ہوا تھا۔ لوٹ کر آیا تو پیڑ کے چاروں طرف وہی نشان تھے۔ وہ مایوسی کے عالم میں اپنے ساتھیوں کو پکارنے لگا۔ اس کی پکار کی بازگشت سے سارا جنگل گونجنے لگا۔ رات ہوئی تو اس نے پھر سے پکارنا شروع کیا۔ اسے لگا کہ اس کی پکار کا جواب اس کے ساتھی کہیں دور سے دے رہے ہیں۔ پکارتے پکارتے اس کا گلا سوکھ گیا۔ اس نے اندھیرے میں گلے پر ہاتھ پھیرا۔ اس کے گلے پر گینگا نکل آیا تھا۔"

"پھر ایک دن جب وہ شخص مرنے کے قریب تھا سردار اس قبیلے کا اس کے پاس پہنچا اور کہا مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔ تم کہاں کھو گیے تھے۔ اور تم میری پکار کیوں نہیں سنتے تھے۔ پس وہ شخص سائے کی طرح سردار کے پیچھے پیچھے چلنے لگا:

"تم کہانی سنا رہے ہو یا ڈرا رہے ہو۔"

کسی نے ڈر کر کہا۔ پہگیاڑ بولا:

"ابھی کچھ ہی دیر میں فجر کی اذان ہونے والی ہے۔ اذان سنتے ہی ہم روانہ ہونگے ۔ آدھے کوس پر ایک مسجد ہے جب اس میں سے نمازی نکل آئیں گے ہم ان میں شامل ہو کر سڑک پار کریں گے۔"

دور کسی گاؤں کی مسجد میں اذان ہونے لگی۔ پہگیاڑ گنگنانے لگا:

"ہم رستہ پار کریں گے جب
سورج افق کی چادر میں پہلی انگڑائی لے گا
جب مسجد سے پرنور نمازی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

سروں پہ برف کے گالوں جیسی
ٹوپیاں رکھ کر نکلیں گے
جب بادِ صبا کے پرنم جھونکے
سفیدوں کی شاخوں سے لپٹیں گے
جب نان بائی تنوروں کی دہک دیکھنے کو
پانی کے چھینٹے ماریں گے
جب بید کی ہلکی ٹوکریوں سے
روٹیوں کی خوشبو جھانکے گی
جب گلیوں میں خوف کی تنہائی
ہجوم سے لپٹ کر روئے گی
جب کھڑکی کھڑکی دعا کرے گی
جب دروازے آمین کہیں گے
ہم منزل پر پہنچ جائیں گے

پہگیاڑ نے راگ پہاڑی کے سُروں کی برسات کی۔ مسافر روح کی گہرائیوں تک بھیگ گیے۔

***

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

لوگ بہو بیٹیوں کے زیور دفنانے لگے

پھگیاڑ کو غائب ہوئے چار دن ہو گیے۔اس کے گھر نہ آنے پر کسی نے راڈ نہیں مچائی۔بھیڑوں کو طویلے میں ڈال دیا گیا کہ وہ شور مچانے لگے تھے۔طویلے کے اوپر پھگیاڑ کا کمرہ تھا۔کمرہ کھلا ہی رہتا تھا مگر پھگیاڑ کے غائب ہونے کے بعد اسے بند کیا گیا۔کمرے میں تالا لگانے سے پہلے اس کی تلاشی لی گئی۔چند جاسوسی ناول، کچھ تاریخ اور مذہب کی کتابیں اور ایک بوسیدہ سا البم۔دو چار کیسٹ، کچھ کاپیاں یہ سب مواد نکال کر جلا دیا گیا۔کوئی پھگیاڑ کے بارے میں کچھ کہتا تو نہیں تھا مگر ایک عجیب سا ڈر سب کے دل میں تھا۔زینب بیگم نے ہی چونکہ اسے بھیجا تھا اس لئے وہ کچھ زیادہ ہی ڈری ہوئی تھیں۔اس سے زیادہ تو رجب اور منور خوف زدہ تھے کہ انہوں نے پھگیاڑ کو بے دردی سے پیٹا تھا۔

راحت بیگم کے گھٹنوں میں درد ہونے لگا تو مالش کے لئے زیتون کے تیل کی تلاش ہونے لگی۔راحت بیگم درد سے کراہ رہی تھیں۔انہوں بے قراری کے عالم میں پوچھا:

''ارے مل گئی بوتل یا نہیں؟''

گڈیا نے کہا:

''پھگیاڑ کو معلوم ہوگا کہ کہاں ہے۔''

سب کے چہرے فق ہو گیے۔راحت بیگم بولیں:

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''پھگیاڑ کا سر۔ کم بخت دن کو آیا تھا۔ مجھ سے کہا نانی! اٹھیے آپ کی اوڑھنی بہت میلی ہوگئی ہے۔ چلیے میرے ساتھ۔ ادھر ادھر سے گھما کر لے گیا دریا پر۔ میری اوڑھنی دھو کر دھوپ میں رکھی۔ پھر نہ جانے کہاں چلا گیا۔ دیر ہونے لگی تو میں گھبرا کر خود چلی آئی۔ دیکھا کہ چپے چپے پر ملٹری نے بنکر بنائے ہیں۔ مگر مجھ سے کسی نے کچھ نہ کہا۔ ایک ملٹری والے نے تو سلام بھی کیا۔ میں نے کہا وعلیکم سلام جیتے رہے ہمارے لالوں کے ساتھ۔''

راحت بیگم نے کچھ دیر دم سنبھالا۔ بولیں:

''پوچھ لو ستیا ناسی سے کہ میری اوڑھنی لایا ہے کہ نہیں۔ اور تم لوگ کیا ڈھونڈ رہے ہو؟ کوئی کہہ رہا تھا کہ ادھر بھی کچھ دنوں میں کریک ڈاؤن ہونے والا ہے۔ رجب جو کہاں ہے؟''

رجب ان کے پاس گیا:

''میں یہاں ہوں امّاں!''

''سنو!''

راحت بیگم نے آنکھیں موند کر کہا:

''پروردگار حافظ ہے۔ ہے کہ نہیں؟ ہاں! مگر کئی دن سے مجھے نظر نہیں آ رہا ہے۔ یہیں تو ہوتا تھا میرے پاس۔ بابا ہمارے کہتے تھے کہ دیوار کی مٹّی مت چاٹو کہ اس میں پروردگار رہتا ہے۔ اس کو تمہاری زبان سے تکلیف ہوتی ہے بچپن کی بات ہے یہ۔ رجب جو! اب لوگ ایک دوسرے کا خون چاٹ رہے ہیں۔ اب تو پروردگار کو زیادہ تکلیف ہوتی ہوگی۔ اور جب گرمیاں نڈھال کرتیں تو شام کو دریا پر ٹھنڈی ہوا چلنے لگتی اور چھپاک چھپاک لہریں اٹھتیں تو میں ہمجولیوں کے ساتھ پانی میں بطخ کی طرح تیرنے لگتی اور دور نصف دریا تک چلی جاتی۔ بابا سنتے تو ٹوکتے۔ کہتے کہ پروردگار اور اس کے فرشتے دیکھتے ہیں۔ گلی میں کوئی کلوخ کے لئے کسی کی دیوار سے مٹّی کا ڈھیلا نکالتا تو اسے دوزخی کہتے۔ اب چاروں طرف اڑا اڑا کر دیواریں گر رہی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ہیں کوئی کچھ کہتا کیوں نہیں۔ایک دفعہ، جاوید کیا نام شاہ صاحب کے کھیت سے بھٹا چرا کر لایا۔غنی صاحب کو معلوم ہوا تو شاہ صاحب کو دو آنے دے کر بیٹے کی چوری کا کفّارہ ادا کیا۔کہتے ہیں پنڈتوں کے گھروں میں آگ لگانے سے پہلے سامان لوٹا گیا۔غسل خانے کا لوٹا تک نہ چھوڑا۔البتہ کتابوں کو کسی نے ہاتھ نہیں لگایا۔شمبھو ناتھ اچھے وکیل تھے۔ان کا بیٹا پران ناتھ بھی اچھا وکیل ہے۔سنا ہے کسی نے کہا تھا کہ پران ناتھ کی کتابیں مجھے لینے دو تو اس کے سینے پر کلاشنکوف رکھا گیا۔لوگ نہیں دیکھتے تو کیا ہوا۔بہت دن ہوئے پرودگار کو نہیں دیکھا۔اب تو دریا میں لوگوں کی لاشیں بہہ رہی ہیں۔کیا اب پروردگار اور اس کے فرشتوں نے آنکھیں موندلی ہیں؟ اس کے فرشتے بھی کہیں دکھائی نہیں دیتے۔پتہ نہیں کہاں چلا گیا۔میں یہ بچے اس کے حوالے کرتی۔کس کس کو ڈھونڈیں گے اب؟ جو سب کو ڈھونڈتا وہی غائب ہوا۔کل سالن میں نمک نہیں تھا۔میں نے ثریہ سے پوچھا تو بولی کہ نمک میں دیمک لگی ہے۔بھلا یہ سنا ہے کبھی کہ نمک میں دیمک لگ جائے۔جھوٹ بولتی ہے۔کچھ دن سے پھگیاڑ کو نہیں دیکھا۔کہاں ہے؟"

راحت بیگم نے پانی پیا۔بولیں:

"کہتے ہیں شہر میں کچھ لوگ آئے ہیں جو نمک کو مرچوں میں اور مرچوں کو چاول میں ملاتے ہیں۔چائے میں ہلدی ملاتے ہیں۔ستیاناس ہو! کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ اور ایسا غتر بود کیوں کر رہے ہیں؟ سب جانتے ہیں مگر بولتا کوئی نہیں۔ افضل کی دکان کسی نے لوٹی ہے۔ناس جائے اس کا جس نے بیچارے کو خاک پر بٹھا دیا۔لوگ بہو بیٹیوں کے زیور دفنانے لگے ہیں۔گھروں سے جنازے اٹھ رہے ہیں۔ ہر طرف دیواریں کھڑی ہو رہی ہیں۔صحنوں میں، گلی کوچوں میں، مکانوں میں اور تو اور قبرستانوں میں بھی۔پتہ نہیں شبیر احمد کا بابا حج سے لوٹا کہ نہیں۔کوئی کہہ رہا تھا کہ بھیڑ میں بم پھٹ گیا اور غنی چاچا مر گیا۔"

راحت بیگم نے توقف کیا تو رجب بولے:

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''اماں! آپ سو جائیں اب۔''

''رجب جو!''

راحت بیگم نے رجب کا ہاتھ پکڑا:

''تمہیں یاد ہے کہ میں اور ساجدہ بچپن میں مٹی بہت کھاتی تھیں۔ یاد ہے تم ہمیں کتنا مارتے تھے۔ ایک دن میرے حلق میں بیج کے قلم کا ٹکڑا اٹک گیا۔ اللہ! میری تو سانس رک گئی تھی۔ تم نے مجھ کو الٹا یا تھا تب جا کر حلق پھندے سے آزاد ہوا۔ شنکر ناتھ اچھا کمپاؤنڈر تھا۔ کتنے پیار سے سوئی لگا یا تھا۔ جب پنڈلی تھپتھپا تا جب پتہ چلتا کہ ٹیکہ لگ گیا ہے۔ کوئی میرے لیے دکان سے ناریل لاؤ۔''

رجب کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ وہ خیالوں ہی خیالوں میں جانے کہاں پہنچ گیے:

''رجب! کچھ سنا بھی ہے کہ اگلے برس اوشا کی شادی ہے۔''

گوپی ناتھ نے چٹکی بجا کر سگرٹ کی راکھ جھاڑی۔ رجب بولا:

''بیٹی کی شادی طے ہو گئی؟ سالے! تو نے بولا نہیں۔''

ماسٹر گوپی ناتھ اور رجب بچپن کے دوست تھے۔ ایک ہی سکول میں پڑھتے تھے۔ رجب میٹرک میں فیل ہو گیا۔ باپ نے دکان پر بٹھا دیا۔ گوپی ناتھ نے بی ایڈ کیا اور ٹیچر بن گیا۔ رجب کے بیٹوں کو گوپی ناتھ نے پڑھا یا تھا۔ مگر دونوں میٹرک میں فیل ہو گیے۔ رجب نے اپنے والد کی روایت کو آگے بڑھا یا:

''ارے! بھائی بات چل رہی ہے ابھی۔ مطلب چل رہی ہے۔ رشتہ طے نہیں ہوا ہے۔''

''مگر تُو تو کہہ رہا تھا اگلے برس شادی ہے۔''

رجب نے بغداد کھاتے ہوئے کہا:

''دیکھ پنڈت! پہلے لڑکے کو اور اس کے گھر بار کو ہم دیکھیں گے پھر ہماری رضامندی سے بات آگے بڑھے گی۔ اگر ٹیں ٹیں کی تو کاٹ کے کانٹے پر لٹکا دوں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

گا۔"

رجب نے اوشا کو باپ سے بھی بڑھ کر پیار دیا تھا:

"ابے سالے! میری بیٹی تھوڑی ہے۔ تو جانے کام جانے۔"

"سن! خرچے کی فکر نہ کرنا۔"

رجب نے گاہک کو نپٹا کر کہا:

"رک! کہاں جاتا ہے۔ یہ لے کلیجی بھابی کو پسند ہے۔"

رجب کو پتہ ہی نہ چلا کہ وہ کب دکان پر پہنچا۔ دکاندار نے چھوٹتے ہی پوچھا:

"کچھ دن سے پھگیاڑ نظر نہیں آتا۔ کہاں ہے؟"

پہلے تو رجب ہڑبڑایا پھر فوراً سنبھل کر کہا:

"بیچارے کی ماں بیمار ہے۔ گاؤں چلا گیا۔"

رجب کو لگا جیسے دکاندار سمجھ گیا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ دکاندار نے کچھ اس طرح رجب کے مکان کے صدر دروازے کی طرف دیکھا جیسے پھگیاڑ سونٹی ہوا میں لہراتے ہوئے آرہا ہو:

"سنا ہے سگرٹ پھر سے مہنگے ہو جائیں گے۔"

رجب نے کہا۔ دکاندار بولا:

"مگر آپ تو تمبا کو پیتے ہیں۔ آپ کو کیوں فکر ہونے لگی؟"

"نہیں! یونہی بس۔ بچے پیتے ہیں نا۔"

"کون سا پیتے ہیں۔"

دکاندار مسکرایا:

"بس شوق کرتے ہیں جی۔ سنا ہے یہاں بھی نکڑ پر بنکر بن جائے گا۔ بس جی شام سویرے نکلنا مشکل ہو جائے گا۔"

"نمک۔ ممی نے کہا ہے۔ حساب میں لکھنا۔"

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ایک چھوٹی بچی تھڑے کے پاس آ کر بولی۔ رجب بڑبڑانے لگا:

''لیکن نمک میں تو دیمک لگ گئی ہے۔''

دکاندار یہ سن کر ہکا بکا رہ گیا۔

***

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

پھیرن کے نیچے تھیلا ہے یا کلاشنکوف

پہگیاڑ کو ائیر یا کمانڈر جنید میر عرف تغلق افغانی نے دو بندوق برداروں کی تحویل میں رکھا۔ کبھی کبھی دونوں اٹھ کر کہیں چلے جاتے تھے۔ کئی بار پہگیاڑ نے بھاگنے کی سوچی مگر خود کو بھاگنے پر آمادہ نہ کیا کہ پھر جان کو خطرہ تھا۔ یہ مچھیروں کی بستی تھی۔ ہر طرف سے مچھر اند کے بھبھکے اڑ رہے تھے۔ بدبو سے پہگیاڑ کا سر دکھنے لگا۔ جس مکان میں کمین گاہ تھی وہ بھی مچھیروں کا تھا۔ کھانے پینے کا سامان ایک لڑکی لے کر آتی تھی۔ لڑکی سانولی تھی مگر ناک نقشہ دلنشیں تھا۔ کانوں میں بڑی بالیاں، ناک میں نتھلی، کلائیوں میں بھاری کنگن، دو لٹیں زلفوں کی گالوں پر سانپ کی طرح بل کھاتیں، آنکھوں میں سرمہ اور کاجل کا دنبالہ۔ کھانا رکھتی تو کنگن خوب کھنکاتی اور بالیوں کو جھکولے دیتی۔ آنکھیں چکر مکر گھومتی تھیں۔ مسکرا کر کہتی:

''کچھ چاہیے تو آواز دینا۔''

جب دونوں محافظ ہوتے تو اس کا باپ خود آتا تھا۔ پہگیاڑ کو محافظوں کا غائب رہنا اچھا لگنے لگا۔ ادھر وہ نکلتے ادھر لڑکی آجاتی۔ ایک دفعہ پہگیاڑ نے پوچھا:

''لڑکی تمہارا نام کیا ہے؟''

لڑکی نے شوخی سے کہا:

''کیوں؟ شادی کرنی ہے مجھ سے؟''

''میں نے تو صرف نام پوچھا تھا۔''

''کیا کرو گے نام جان کر؟''

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اس نے پھیرن کی جیب سے مصری کی ڈھلی نکال کر پھگیاڑ کو دی۔ پوچھا:

''تم ان کے ساتھ نہیں ہو؟''

پھگیاڑ نے مصری کی ڈھلی دانتوں تلے دبا کر پوچھا:

''تمہیں کیا لگتا ہے؟''

لڑکی نے کہا:

''نہیں! تم ان میں سے نہیں ہو۔ بھلا ان میں سے ہوتے تو پہرہ کیوں بٹھاتے تم پر؟''

''میں نے نام پوچھا تھا۔''

پھگیاڑ بات کو ٹالنا چاہتا تھا:

''شگفتہ۔ مگر پیار سے مجھے سب شگو کہتے ہیں۔ تمہارا نام کیا ہے؟''

''میرا نام؟ محمد قلندر خان۔''

''اے سچ سچ بتاؤ!''

شگفتہ اس کے قریب آئی:

''تم مخبر تو نہیں؟''

پھگیاڑ نے مسکرا کر کہا:

''جس کو اپنی ہی خبر نہ ہو وہ دوسروں کی مخبری کیا کرے۔''

شگفتہ نے منہ بنا کر کہا:

''اتنے بھولے نہ بنو! کچھ تو بدمعاشی کی ہے جو یہاں قید ہو۔''

پھگیاڑ نے چھت کی طرف دیکھا:

''نہیں! سچ کہتا ہوں۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔''

شگفتہ بولی:

''چلو جھوٹ مت بولو۔''

پھگیاڑ نے شگفتہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا:

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''تمہاری قسم کھاتا ہوں۔ کچھ نہیں کیا میں نے۔''

''ہائے اللہ!''

شگفتہ پیچھے سرک گئی:

''دیکھو یہ لونڈے کی ہمت۔ نہ جان نہ پہچان۔ اس پر میری قسم کھاتا ہے۔''

پھگیاڑ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس کی جھورتی گردن دیکھ کر شگفتہ بولی:

''اب کیا ہوا؟''

''کچھ نہیں۔ معاف کرنا۔ غلطی ہوگئی۔''

شگفتہ نے پھگیاڑ کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تو جیسے کسی نے اس کے کلیجے کی چٹکی لی۔ اس نے پھگیاڑ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سر پر رکھا:

''کھاؤ! کھاؤ میری قسم ایک بار نہیں سو بار کھاؤ۔''

اس نے پھگیاڑ کا سر اپنے سینے سے لگایا۔ پھگیاڑ کو لگا جیسے شگفتہ کے لباس سے مچھر اند نہیں گلابوں کی خوشبو آرہی ہے۔ ماں کی پکار سن کر شگفتہ جانے لگی۔ دروازے پر بولی:

''بھاگ سکتے ہو تو بھاگ جاؤ۔ میں مدد کروں گی۔ ان کے ہتھے جو چڑھتا ہے وہ نہیں بچتا۔''

پھگیاڑ نے سرگوشی میں کہا:

''شکریہ!''

❁

کمرے میں ایریا کمانڈر تغلق افغانی کے علاوہ چھے سات لڑکے تھے۔ ان میں ایک ادھیڑ عمر کا بھی تھا جس کی شکل جمال کانے سے ملتی تھی۔ اسے دیکھ کر پھگیاڑ کے پورے جسم میں سنسنی دوڑ گئی۔ اسے لگا جیسے ابھی وہ پستول نکال کر اسے گولی مارے گا:

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''ہتھیار کتنا ہے؟''

ائیریا کمانڈر نے ان میں سے ایک کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ وہ بولا:

''چھے کلاشنکوف۔ چار گرنیڈ۔ دو پستول اور سو دو سو گولیوں کے راؤنڈ۔''

''ٹھیک ہے۔''

کمانڈر نے کہا: ''مگر جاؤ گے کس روٹ سے۔''

''جامعی پور سے۔''

''جامعی پور سے ستار گڑھ کی مسافت کتنی ہے؟''

''یہی کوئی سات میل کا فاصلہ ہے۔''

''کب نکلو گے؟''

''صبح نکلیں گے۔''

پہگیاڑ نے انگڑائی لے کر کہا:

''سب کے سب مارے جائیں گے۔''

یہ سن کر تغلق افغانی کا منہ غصّے سے لال ہو گیا۔ تڑخ کر بولا:

''تُو ماما لگتا ہے بے! کہاں سے پکڑ کے لائے ہو اسے؟''

ان میں سے ایک نے جو پہگیاڑ کے ساتھ آیا تھا پورا ماجرا اس دن کا سنایا۔

''روک کر کیوں رکھا ہے؟''

ائیریا کمانڈر نے ڈانٹتے ہوئے پوچھا۔

''ڈر گیے کہیں ہائیڈ آوٹ ایکس پوز نہ ہو جائے۔''

''ٹھیک ہے کل یہاں سے نکل لو۔ اور کل ہی اس کو جانے دو۔''

پتہ نہیں کیوں ائیریا کمانڈر پہگیاڑ سے بات کرنا چاہتا تھا۔ اصل میں وہ جاننا چاہتا تھا کہ پہگیاڑ نے کس بنا پر کہا کہ سب مارے جائیں گے۔ کافی غور کرنے کے بعد اس نے پہگیاڑ سے پوچھا:

''یہ بتاؤ تم نے کیسے یہ کہا کہ سب مارے جائیں گے؟''

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

پھگیا ڑ نے طاق سے کاپی اور قلم اٹھا کر نقشہ کھینچنا شروع کیا:

''یہ اس محلے کی سرحد اس مقام پر ختم ہوتی ہے۔ یہاں سے ذرا سا آگے چل کر جامعی پور ہے۔ جامعی پور سے ستار پور تک یا تو یہ سڑک جاتی ہے یا پھران باغوں کے بیچ سے جانا پڑے گا۔ باغوں میں ملڑی والے یوں چھپ کر گھات لگاتے ہیں جیسے وہ نہ ہوں پیڑوں کی شاخیں ہوں۔ اگر کسی باغ میں انکاؤنٹر ہو گیا تو ان میں سے ایک بھی نہ بچے گا۔ سڑک البتہ محفوظ ہے بشرطیکہ کہ سویرے روانہ ہوں گے۔ مگر یاد یہ رہے کہ سڑک سے کبھی کبھی بکتر بند گاڑیاں گزرتی ہیں جن میں بیٹھے ہوئے سپاہیوں کو ان جیسوں کا ڈر بتا دیتا ہے کہ راستے پر چلنے والے کے پھیرن کے نیچے تھیلا ہے یا کلاشنکوف۔ اور جو ہاتھ خوف سے لرزتے ہیں ان سے بندوق نہیں چلتی۔ کانپتی ٹانگوں سے آدمی زیادہ دور تک نہیں بھاگ نہیں سکتا۔ اور گھٹنوں پر چلنے والوں کی پیشانیوں پر گولیاں سوراخ کرتی ہیں۔ معلوم نہیں ان کو بتایا گیا ہے یا نہیں کہ فوجیوں کی ایس ایل آر (Self-loading Rifle) سے نکلی گولی تین سو میٹر تک مار کرسکتی ہے۔ طمنچے جو انہیں تھمائے گئے ہیں پچاس میٹر تک مار سکتے ہیں۔ ایل۔ ایم۔ جی (Light machine gun) کی رینج تین سو میٹر ہی ہے۔ مگر اس کے میگزین میں تیس راؤنڈ ہوتے ہیں جبکہ ایس ایل آر میں بیس۔ کلاشنکوف تو فوجیوں کے پاس ہے ہی نہیں۔''

سب پھگیاڑ کی طرف متوجہ تھے۔ ایریا کمانڈر کو لگا کہ پھگیاڑ اس کی پوزیشن پر حاوی ہو گیا:

''ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ جاؤ تم۔ کمال ہے اس حساب سے تو ہمیں نکلنا ہی نہیں۔''

ادھیڑ عمر کے آدمی نے حقہ ایک طرف رکھ کر کہا:

''مگر احتیاط کرنے میں حرج ہی کیا ہے؟''

ایریا کمانڈر نے غصّے سے اس کی طرف دیکھا۔

***

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کنواری ہنسی کی کھنک بھی خاک ہوگئی

چار دن کے بعد شہر میں حالات قدرے معمول پر آ گئے۔ رجب کے دونوں بیٹے اور اویس گاؤں اپنے ایک رشتہ دار کے یہاں گیے تھے۔ چار دن تک بھیڑوں نے لان میں ہڑبونگ مچائی تھی۔ جگہ جگہ پر مینگنی کے ڈیر تھے۔ رجب کے بیٹوں نے بڑے چاؤ سے لان بنایا تھا۔ جب دیکھا کہ چراگاہ بن گیا ہے تو بہت صدمہ ہوا۔ دو ایک گالیاں پھگیاڑ کو دیں مگر پھگیاڑ بھی ہوتا تو کون سا کرفیو اور پتھراؤ میں انہیں باغ کی طرف ہانکتا:

''میں تو کہتا ہوں سب کو ذبح کر لو۔''

منور کی آنکھوں میں خون اترا تھا:

''لوگوں کو ساگ میسر نہیں گوشت کیا تمہارے سسرال والے خریدیں گے۔''

رجب نے جھنجلا کر کہا۔ بیٹا اس بات پر خفا ہوا:

''اب اس میں میرے سسرال والے کہاں سے آگیے؟''

''اور نہیں تو کیا؟''

رجب نے چلّا کر کہا:

''میری شادی کرادو۔ پورے شہر کی دعوت کر لو۔ پکاؤ جتنے مرضی ہیں اتنے۔''

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ایک بھیڑ نے آ کر رجب کے چھوٹے بیٹے اسلم کی گردن سونگھنا شروع کی:

"ہٹ! مردار کہیں کا۔"

اس نے بھیڑ کے منہ پر مکّا مارا۔ رجب نے پہگیاڑ کی لاٹھی اٹھائی۔ اسلم بھاگ کر اندر چھپ گیا:

"ٹھہر تو حرامی بے درد! تیرا میں لاٹھی سے سر پھوڑ دوں گا۔"

زینب دروازہ کھول کر باہر آئیں۔ شوہر کی طرف دونوں ہاتھ پھیلا کر ہائے دینے لگیں:

"شرم کرو! گھر میں بہو بیٹیاں ہیں۔"

"مجھے کیوں ہائے دے رہی ہے۔ اس مشٹنڈے سے کہو کہ کیوں جانور پر ہاتھ اٹھایا۔"

"نانی کی زبان بند ہو گئی۔"

گڈیا نے آ کر خبر دی۔

اس بار راحت بیگم آنکھیں کھول کر کچھ کہنا چاہتی تھیں۔ سب لوگ اردگرد جمع ہو گیے۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہ تھا۔ راحت بیگم کچھ بڑبڑا رہی تھیں:

"شاید کلمہ پڑھ رہی ہیں۔"

اویس نے کہا۔ کمرے میں اتنی خاموشی تھی کہ نانی کبھی کبھی منہ پپولتیں تو آواز صاف سنائی دیتی۔ یہ نہ کسی کے جینے اور نہ کسی کے مرنے کا وقت تھا۔

رجب کو یاد آنے لگا۔ جب حالات بگڑنے لگے تھے تو گوپی ناتھ نے ایک دن کہا تھا:

"رجب! میرے بھائی! میں جو دیکھ رہا ہوں وہ تمہیں نظر آ رہا ہے؟"

"کیا؟ کیا نظر آئے گا اب۔"

گوپی ناتھ نے اپنا کنبہ فرید آباد منتقل کیا تھا۔ خالی گھر کے دیوار و در کاٹنے کو دوڑتے تھے:

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''تُو میرے گھر کیوں نہیں رہنے آتا؟ خدانہ کرے کچھ ہو گیا تو میں بھابی کو کیا جواب دوں گا؟''

''کہنا۔''

گوپی ناتھ نے پھیرن کی آستین سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا:

''کہنا کہ رجب کے بغیر جینے کو من نہیں مانتا تھا۔''

''پاگلوں جیسی باتیں مت کر یار! یہ نہیں سنا ہے کہ یار زندہ تو صحبت باقی۔''

رجب بھی رونے لگا:

''رجب!''

گوپی ناتھ نے آنکھیں میچتے ہوئے کہا:

''تو کیا سمجھتا ہے کہ میں وہاں زندہ رہوں گا۔ یار ماں مرجائے تو تسلی ہو جاتی ہے کہ مرگئی۔ ماں زندہ ہو اور بیٹا اس سے دور ہو۔ ملنے سے مجبور ہو تو سمجھو کہ ماں اور بیٹا دونوں مر گیے۔''

گوپی ناتھ پھیرن کے گریبان میں منہ چھپا کر رونے لگا۔ رجب نے اس کی ٹھوڑی پکڑی:

''دیکھ ادھر دیکھ۔ ابھی سے نظریں نہ چرا۔ میری طرف دیکھ۔ میرے دوست دل کیوں چھوٹا کرتا ہے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ صبر کر اور فرید آباد چلا جا۔''

''رجب!''

گوپی ناتھ کی آنکھیں سرخ ہوئی تھیں:

''کچھ ٹھیک نہیں ہوگا۔ وہ دن دور نہیں جب یہاں آدم زاد نہ مر سکے گا نہ جی سکے گا۔''

راحت بیگم بار بار زبان باہر نکال رہی تھیں۔ زینب ان کو آب زم زم چواتی تھیں۔ آدھی رات کو راحت بیگم نے بات کرنا شروع کی:

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''کہاں گیے یہ سب لوگ؟ دھروں[1] کے یہاں گائے نے بچھڑا دیا ہے۔ کھیس کی پنیر وینا لے کر آئی تھی۔ بالشت بھر تھی جب اس کی ماں اسے میری گود میں رکھ کر کھیت پر جاتی تھی۔ میری انگلی چوستی تو پورے وجود میں ممتا کی لہر دوڑتی۔ کئی بار جی میں آئی کہ اپنا دودھ پلاؤں مگر سوچا کہ پرائی ذات کی لڑکی کو دودھ پلانا گناہ ہے۔ چشم بد دور کیا قد کاٹھی نکالا ہے۔ شکل شمائل میں اپنے باپ پر گئی ہے۔ وہی سنہرا رنگ، گھنگھریالے بال، بھوری گہری آنکھیں اور ان میں غضب کی شوخی۔ بولی آداب موسی! ہائے میں قربان جاؤں۔ میں نے جمیلہ سے کہا کہ کٹورا خالی نہ لوٹا۔ نمک بھیج دے اس میں۔ نگوڑی کہنے لگی کہ نمک ختم ہو گیا ہے۔ افسوس! جنم جلی نے وینا کے سامنے گھر کا بھید کھول دیا۔ کیا سمجھتے ہوں گے کہ راتھر[2] مفلس ہو گیے ہیں۔ شگون کے لیے بھی نمک نہ تھا۔ میں نے برتن میں ہاتھ ڈالا تو کیا دیکھتی ہوں کہ نمک کی یہ بڑی بڑی ڈلیاں تھیں۔''

''نانی!''

گڈیا نے پاس جا کر کہا:

''ہاں بول۔''

''نانی! نمک کی ڈلیاں نہیں ہوتی ہیں۔ پاؤڈر ہوتا ہے۔''

راحت بیگم مسکرائیں:

''تمہارا سر! اب میں نگوڑی اس عمر میں پاؤڈر پالش کا کیا کروں۔''

سب مسکرائے۔ راحت بیگم بولیں:

''رجب جُو کئی دن سے نظر نہیں آتا۔ کہاں بھیجا ہے اسے۔ کہیں وہ اس ریچھ

---

[1]۔ دھر کشمیری پنڈتوں کی ایک اذات ہے۔

[2]۔ راتھر کشمیری مسلمانوں کی ایک ذات ہے۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کے بچّے کی ڈھنڈیا میں تو نہیں گیا۔ وہ جنم جلا تو ملنے کا نہیں اس کے چکر میں رجب بھی کھو جائے گا۔ میرا تبریز کھو گیا میں اسے ڈھونڈنے گئی تھی۔ خود بھی کھو گئی۔ ایک دفعہ ہمارے گھر میں چور گھس گیا۔ اس کی نظر ہماری مادیان پر تھی۔ خدا بخشے ابّا کو وہ الف ننگا سوتے تھے۔ جب چور نے مادیان کی رسّی تڑائی تو وہ زور سے ہنہنائی۔ میں جاگ گئی۔ ابا کو پکارا۔ ابا نے غل مچایا "چور! چور!" تب تک چور گھوڑی پر سوار ہو کر بھاگ گیا۔ ابّا اسی حالت میں تعاقب کرنے لگے۔ ایک کوس تک گھوڑی چور کے آسن تلے دلکی چال سے دوڑی۔ ابّا نے پیچھے سے آواز دی: "رک!" اللہ کی قدرت ــــ دیکھو کہ گھوڑی پچھلی ٹانگوں پر الف ہو کر کھڑی ہو گئی۔ چور نے بہتیری ایڑی لگائی مگر کیا مجال کہ ایک قدم بھی آگے بڑھتی۔ چور بھانپ گیا کہ پکڑا جاؤں گا۔ خبیث گھوڑی کو ادھر چھوڑ کر بھاگ گیا۔

خدا سب کا بھلا کرے سارا محلہ جمع ہو گیا۔ اماں بال کھسوٹ رہی تھی کہ ہائے چور میرے سرتاج کو قتل کرے گا۔ ہماری ایک بہن تھی۔ اب نام بھول گئی ہوں۔ اس کے ذہن میں فتور تھا۔ وہ کہنے لگی کہ گھوڑی کو بھی چور لے گیا۔ ابّا کو بھی چور لے گیا۔ کوئی بولا کہ جلال صاحب گھوڑی کے ساتھ آ رہے ہیں۔ ابّا نے دور سے آواز دی کوئی میرے کپڑے لے کر آؤ۔ چنار کے نیچے ابّا نے کپڑے پہنے تھے۔"

راحت بیگم جیسے تھک گئیں۔ زینب سوچ رہی تھیں کہ اس کی ماں کس جنم کی کتھا بیان کر رہی ہے کہ ان کی سات پشتوں میں شادی کے موقعوں کو چھوڑ کر کوئی گھوڑے پر سوار نہیں ہوا تھا۔ اماں نے تو پورے طویلے کا نقشہ کھینچا:

"زبیدہ آئی تھی دوپہر کو۔ بہت روئی۔ کہتی تھی بیٹا غائب ہے۔ ارے پھگیاڑ بھی تو غائب ہے۔ کچھ پتہ چلا؟ وہ اپنا ریوڑ بھول کر کسی پیڑ کے نیچے سو گیا ہوگا۔ اس طرح سونے والے بارش سے بھی نہیں جاگتے۔ نہ انہیں شام کا جھٹپٹا جگاتا ہے۔ میرا عمر بھی ایسے ہی سو گیا تھا۔ ہائے اللہ! اسے موت کے سفید ہاتھوں نے جھنجوڑ کر جگایا۔ بولا اماں مجھے وہ دروازے بھی نظر آئے جو گہری کھائیوں کی طرف کھلتے ہیں۔ پھگیاڑ کو

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

خواب میں بھوک لگے گی تو دروازے پر دستک ہوگی۔ ہمارے بھی کئی دروازے گہری اندھیری کھائیوں کی طرف کھلتے ہیں۔''

راحت بیگم نے سرہانہ درست کیا۔ اور بستر میں دراز ہوگئیں۔ زینب سبکیاں لے کر سوچنے لگیں کہ وقت نے اس کی اماں پر کون سے دروازے بند کیے اور کون سے کھول دیے۔ وہ ایک بار اپنی اماں کو اپنے گھر کے دروازے پر کھڑی اسے پکارتے ہوئے دیکھنا چاہتی تھیں: ''زینب! اری زینب!'' وہ اپنی اماں کو اپنے گھر کی کھڑکی کھول کر کنجڑے سے سبزیوں کے بھاؤ پوچھتے ہوئے دیکھنا چاہتی تھیں: ''رہنے دو بھیا! بھاؤ صحیح نہیں لگاتے ہو۔ ساگ کدو اور شلغم اتنے مہنگے کب سے ہوگیے۔ اری سارہ! زینب کے ابو کل گانٹھ گوبھی لائے تھے سبزی بازار سے۔ لذت کا کہوں۔ کھانے والے انگلیاں چاٹتے رہے۔''

''راحت موسی! تم شہتوت کے پتّے بھی پکاؤ تو کھانے والے کو ڈل کے ساگ کا گمان ہوگا۔''

''اری چھوڑ نگوڑی! چھوٹی تعریفیں نہ کیا کر۔''

کھڑکیوں میں ہنسی کھنکنے لگی۔

کانسی کے برتن بھی خوب کھنکتے تھے۔ پنڈتانیاں جب پنگھٹ پر کانسی کے پتیلوں کو جونے سے رگڑنے کے بعد تلا دیتیں اور انہیں الٹا کر دھوپ میں رکھتیں تو چکا چوند سے دیکھنے والوں کی آنکھیں چندھیا جاتیں۔ ان برتنوں کے ساتھ ساتھ کنواری ہنسی کی کھنک بھی خاک ہوگئی۔

***

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

سفیدوں پر کفن کس نے سکھایا ہے

''یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ ممکن ہی نہیں۔ ہاں رجب جو؟ آپ بتائیں۔''

دکان پر بھیڑ لگی تھی۔ رجب کو دیکھتے ہی دکاندار بولا۔ سب کے چہروں پر پریشانی اور ہراسانی کے سائے تھے۔لب خاموش تھے۔ رجب نے پوچھا:

''کیا ہوا بھائی؟ اتنے بپھرے ہوئے کیوں ہو؟ اور یہ لوگ خاموش کیوں ہیں؟''

ایک ہمسایہ بولا:

''کیا ہوا؟ پوچھتے ہیں کیا ہوا؟ جیسے کچھ خبر نہیں۔''

رجب نے کہا:

''امین صاحب! خدا قسم مجھے معلوم نہیں۔ کیا ہوا کیا ہے؟''

''رجب جو!''

دکاندار بولا:

''کیا قربِ قیامت کے آثار میں یہ بھی کوئی ہے کہ بیٹا باپ کا قتل کرے گا؟''

''بیٹا باپ کا قتل کرے گا؟ کیا، طلب؟ ارے پہیلیاں نہ بجھاؤ۔ صاف صاف کہہ دو کہ ہوا کیا ہے؟''

دکاندار بولا:

''شہر میں کسی بیٹے نے باپ کا قتل کیا۔ جائیداد کا جھگڑا تھا۔ بیٹا بندوق لے کر

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

آدھمکا۔ باپ نے حجت کی۔ گولی کھائی۔ رہ گئی سب جائیداد دھری کی دھری۔ کیا حاصل ایسی جائیداد اور ایسی اولاد کا۔ بولیے۔"

ایک بزرگ بولا:

"بھائی! دشمن دشمن کو مارے تو کوئی افسوس نہیں مگر کوئی اپنوں کے خون سے ہاتھ رنگے یہ بلاشبہ قربِ قیامت کے آثار ہیں کہ وہ جو کہتے ہیں ساتھ حق کا دو مگر لاٹھی بھائی کی حفاظت میں اٹھاؤ۔ ہمارے بچپن کی بات ہے۔ شہر میں کسی شہدے نے ایک لڑکے کو بری نیّت سے رات کو ورغلایا اور ایک چنار کے کھوکھلے تنے میں تشدد کیا۔ صبح لڑکے کی لاش ملی۔ شہدہ گرفتار ہوا۔ سزا ہوئی۔ قسم خدا کی آج بھی لوگ اس چنار سے پرے ہی گزرتے ہیں۔ یہ زمانہ بھی دیکھنا تھا کہ اب جو نوجوان چھوٹ کر آتے ہیں کئی کئی دنوں تک چھدرا کے چلتے ہیں کہ ان کے فوطوں سے پانچ پانچ کلو کے باٹ لٹکائے جاتے ہیں۔ چوتڑوں کے بل بیٹھ نہیں سکتے کہ شرم گاہیں سلاخوں سے زخمی ہوگئی ہیں۔ کوئی منہ سے خون تھوکتا ہے تو کسی کے مقعد سے جاری ہے۔ مخبری کے الزام میں شرم گاہوں کے نیچے اسٹو جلائے جاتے ہیں۔ ہائے چربی پگھلائی جاتی ہے۔ مجھے تو بابا نے ایک جوڑا کپڑے میں گھر سے الگ کیا تھا۔ قسم لے لو ان کی مرقد کی جوان کی حیاتی تک کبھی ایک دھیلے کا بھی تقاضا کیا۔"

ایک اور شخص بولا:

"جناب! ادھر بھی ایک عجیب واردات ہوئی ہے۔ میری بیٹی کے سسرال کی طرف۔ کہتے ہیں بیٹا ملٹری کے ہتھے چڑھ گیا۔ پہلے تو انٹراگیشن میں انکار کیا۔ مگر جب ملٹری والوں نے مار مار کر چوتڑ لال کر دیے تو قبولا کہ بندوق ہے میرے پاس۔ پوچھا کہاں ہے؟ بولا گھر میں باپ کے سپرد کی ہے۔ چنانچہ ملٹری گھر لے کر آئی۔ بیٹے نے باپ سے کہا کہ بہت تکلیف میں ہوں۔ بندوق ان کے حوالے کرو۔ باپ نے صاف انکار کیا۔ ملٹری والوں سے کہا کہ یہ جو میرا بیٹا ہے اول درجے کا پاجی اور جھوٹا ہے۔ میرے پاس کوئی بندوق رکھ کر نہیں گیا ہے۔ ماں نے بیٹے کی دردشا دیکھی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

تو بے ہوش ہوگئی۔ بندوق برآمد نہ ہوئی تو ملٹری والے گھسیٹتے ہوئے لے گیے۔ جب مصیبت ٹل گئی تو لوگ کہنے لگے کہ ایماندار ہو تو ایسا۔ آخر یہ جوان جان اپنی جوکھم میں ڈال کر جو بندوق پار سے لائے ہیں وہ اس قوم کی امانت تو ہے۔ اب جس نے بھی امانت میں خیانت کی اس نے گویا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناراض کیا۔ کسی دوست نے اس شخص سے پوچھا کہ بندوق دے کر جان کیوں نہ چھڑائی بیٹے کی۔ اس پر بولا کہ کتنے بھولے ہو۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ ایک بیٹا میں نے کھویا اب دوسرے سے بھی ہاتھ دھو بیٹھوں۔ نا صاحب اتنا بیوقوف نہیں ہوں۔ اسی بندوق سے دھاک بٹھاؤں گا لوگوں پر۔ دیکھتے جاؤ تماشا۔"

رجب نے آہ بھر کر کہا:

"استغفر اللہ!"

مسجد میں اذان ہونے لگی۔

کسی گھر میں ریڈیو بج رہا تھا۔ کھڑکی سے آواز باہر آرہی تھی۔ کس قدر درد ناک گیت تھا:

سکھی! کس نے مرے گھر میں
کلی سی بید کی چنگیر توڑی ہے
مرا دامن دریدہ ہو چکا ہے
میں اب کی بار فصلِ گل میں
کیا لے جاؤں گی ابّو کی تربت پر
مری صبحوں کے سارے پھول مرجھائے
نچھاور کیا کروں میں قبر پر امّی کی جا کر
شگفتہ شام کے تازہ دریچوں کی
مہکتی بیلیں ہو کے سرخمیدہ رو رہی ہیں
کہاں لوبان کی خوشبو گئی جو

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

آستاں کی جھنجھری سے اٹھ رہی تھی
کہاں وہ موم سی پریاں گئیں جو
خواب میں آتی تھیں بچپن سے
بیاہ ان کا بولوں سے ہوا ہے کیا
سکھی کس نے
اڑائے ہیں کبوتر صحن کے میرے
ہتھیلی پر جنہیں میں دانے منت کے کھلاتی تھی
جو اڑ کے آئے تھے جنت کے دھانی کوہساروں سے
مرے کھیتوں کی مخمل جیسی مینڈوں پر
بگولے کس طرف سے آ کے بیٹھے ہیں
مری ندیوں کے خوابیدہ کناروں کے
سفیدوں پر کفن کس نے سکھایا ہے؟
تجھے کس نے رلایا ہے
مجھے کس نے رلایا ہے

کسی نے کوچے سے آواز دی:

''ریڈیو بند کرو۔ اذان ہو رہی ہے۔''

کھڑکی کے نیچے ایک مجذوب اکڑوں بیٹھا اپنی دہکتی آنکھوں سے آسمان کو گھور رہا تھا۔ ریڈیو بند ہو گیا تو اس نے بجھے ہوئے سگرٹ کی راکھ آسمان کی طرف اچھالتے ہوئے کہا:

''کیوں بند کیا؟ کیوں بند کیا؟ کس کے کہنے پر بند کر دیا؟''

رجب وہاں سے گزر رہا تھا۔ اسے لگا جیسے اسی سے پوچھ رہا ہو۔ اس نے پلٹ کر کہا:

''سنتے نہیں! مسجد میں اذان ہو رہی ہے؟''

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

مجذوب نے اپنے جھولے پر زور سے ہتھیلی مار کر پوچھا:

''یہ جو گرد میرے ہاتھ کی ضرب سے اٹھی وہ نظر آتی ہے؟''

رجب نے جھنجلا کر کہا:

''نہیں! کیوں؟''

مجذوب بولا:

''ہاتھ نظر آیا۔ جھولا نظر آیا۔ مگر گرد دکھائی نہیں دی۔ اذان کس سے سنتے ہو؟''

''کان سے اور کس سے؟''

مجذوب آلتی پالتی مار کر بیٹھا۔ اس نے دل کی جگہ شہادت کی انگلی رکھ کر پوچھا:

''یہاں سے نہیں سنائی دیتی؟''

رجب نے اس کی گدڑی کو غور سے دیکھا۔ طنزیہ لہجے میں کہا:

''تمہیں سنائی دیتی ہوگی۔''

مجذوب نے گریبان ہٹا کر سینہ دکھایا۔ پسلیاں ایسے پھڑک رہی تھیں جیسے کسی پرندے کے پاؤں چنگال میں پھنس گیے ہوں۔ دھم دھم کی آواز سن کر رجب کے ہوش اڑ گیے۔ اسے لگا جیسے کسی نے اس کے گلے پر بغدا پھیرا اور اس کے جسم سے سارا خون بہہ نکلا۔ وہ چھٹپٹانا چاہتا تھا مگر اس کی ٹانگوں پر جیسے کسی نے بھاری بوجھ رکھا تھا۔ وہ سراپا پتھر بن کر کھڑا تھا۔ مجذوب نے اپنی زبان نکال کر اسے ہاتھ سے پکڑا اور آسمان کی طرف منہ کر کے بولا:

''یہ! یہ جہنم کا پروانہ منہ میں رکھ کر کہتے ہو کہ بولو۔ بولوں تو ٹوکتا ہے۔ چپ رہوں تو ناراض ہو جاتا ہے۔ لوہے کا آسیب اس پار سے آ کر اپنے منہ سے شعلے تھوک رہا ہے۔ اور ہم سینوں پر گولیاں کھا کر منہ سے خون تھوک رہے ہیں۔ بول! بول رے بول! جب سندور والی کی مانگ اجڑی تُو کہاں تھا۔ جب اس کا پاجامہ اتارا گیا تو سو گیا

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

تھا کیا؟ جاگ کیوں نہ گیا۔ اس نے تیرے محبوب کی قسم دی تھی۔ جھوٹا ہے تُو۔ سو گیا ہے تُو۔ میں سوتے ہوئے سے بات نہیں کرتا۔''

رجب دہشت کے مارے اس کے سامنے اکڑوں بیٹھ گیا۔ مجذوب ہنسنے لگا۔ بولا:

''اے نادان انسان! گیت کا درد اپنے انجام سے پہلے ہی مر گیا۔ خوشی مرجائے یا غم دونوں کی موت کا المیہ اہل نظر کو ہلا دیتا ہے۔ ایسے دردناک گیتوں کو مرنے نہیں دینا چاہیے۔ ان گیتوں میں زندگی کی کلیوں کی پروقار اداسی ہوتی ہے۔''

وہ اپنا میلا ہاتھ ہوا میں لہرانے لگا:

''وہ کلیاں جنہیں دیکھ کر ہوا سانس لینا بھول جاتی ہے۔ موم کی شاخوں پر کھلی ہوئی کلیاں جن کا منہ صبح اپنی سسکیوں کی نمی سے دھوتی ہے۔ جو اپنے مخملی سائے پر اتراتی ہیں۔ جو کھل کے مرجھانے کے غم سے بیگانہ ہوتی ہیں۔ تنہائی کے رباب کی اداس دھنیں غمزدہ دلوں کو ان جنگلوں میں لے جاتی ہیں جہاں برف کے نیچے گل آفتاب نئی کرنوں کے خواب دیکھتے ہیں۔''

اس نے سگرٹ جلایا۔ رجب سے پوچھا:

''بتاؤں بتاؤں؟ وہ خواب کیسے ہوتے ہیں؟''

''حضرت بتائیے۔''

''توسن!''

اس نے منہ سے دھویں کا مرغولہ خارج کر کے کہا:

''خواب کنواری انگلی کے چھلے جیسے۔''

اس نے خوشی سے پھریری لی:

''اس بچّے کے جیسے جو گود میں بیٹھا ماں کی بالیوں کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے۔ یخ کے نیچے تیزی سے بہتی ہوئی ندی کے پانی کے جیسے۔ جو کہیں سر اٹھا کر کنارے کی خوابیدہ جھاڑیوں سے سرگوشی کرتا ہے۔ بادام کے شگوفوں پر گُن گُن کرتی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

شہد کی مکھیوں کی طرح۔ زوال کا احساس ہمیں وقت سے پہلے مار دیتا ہے۔''

وہ جھولا اٹھا کے جانے لگا۔ رک کر بولا:

''قلندروں کے پیچھے مت چلا کر۔ جل کر راکھ ہو جائے گا۔''

رجب کو ایک دم یاد آیا کہ پھگیاڑ کا اصلی نام قلندر ہے۔ اس کے پورے جسم میں سنسنی دوڑ گئی۔ مجذوب نظروں سے اوجھل ہوا تو رجب بڑبڑانے لگا:

''مجذوب کی صورت میں کوئی پہنچا ہوا گیانی جان پڑتا ہے۔''

پروفیسر بصارت علی خان جس کے اکلوتے لال ڈاکٹر بشارت علی خان کو کار سے اتار کر آدھی رات کو گولی مار دی گئی۔ وہ اسپتال سے زخمیوں کا آپریشن کر کے گھر لوٹ رہا تھا۔ اس المیہ نے پروفیسر کو مجذوب بنا دیا۔

***

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

جھڑبیریوں میں الّو ہُوک رہے ہیں

"کیوں رے؟"

شگفتہ نے آنکھیں نکال کر پہگیاڑ سے پوچھا:

"تمہیں معلوم تھا کہ ملٹری چھاپہ مارے گی؟"

اس دن بندوق بردار جو نکلے تھے تو ان کے ساتھ ہو بہو وہی واردات ہوئی جس کا اندیشہ پہگیاڑ نے ظاہر کیا تھا۔ آدھا کوس جب بستی پیچھے رہ گئی تو امیر کے کہنے پر سب ایک باغ میں گھس گیے اور پیڑوں میں چھپ کر سستانے لگے۔ اتفاق سے سڑک سے ایک بکتر بند گاڑی گزری۔ گاڑی دیکھ کر دو لڑکے ڈر کر بھاگنے لگے۔ ملٹری والوں کو اس حرکت سے شک ہوا۔ گاڑی روک دی اور پوزیشن لے کر ہوا میں دو چار وارننگ شارٹ داغ دیے۔ سب لڑکے ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ امیر نے رکنے کا حکم دیا۔ سب پیٹ کے بل لیٹ گیے۔ امیر اور دوسرے لڑکے نے یمین و یسار میں پوزیشن سنبھالی۔ لڑکوں سے کہا کہ ہم کور (cover) دے رہے ہیں تم لوگ فائر کرتے ہوئے بھاگ جاؤ۔

چھے میں سے چار ڈھیر ہو گیے۔ دو دھان کے کھیتوں میں خود کو چھپاتے کسی طرح سے دریا کے کنارے پر پہنچ گیے۔ ائریا کمانڈر کو اس واردات کی واکی ٹاکی پر خبر ملی۔ اس نے فوراً آدمی بھیج کر دونوں کو محفوظ مقام تک پہنچوایا۔ یہ خبر جب ڈسٹرک کمانڈر کو ملی تو اس نے پہگیاڑ کو حراست میں رکھنے کا حکم صادر کیا۔ پہگیاڑ شگفتہ کے اس سوال سے ہڑبڑا گیا۔ بولا:

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''جب انہوں نے جانے کا منصوبہ بنایا میں کہاں تھا؟ یہیں تمہارے گھر میں۔ جب ان کا انکاؤنٹر ہوا۔ میں کہاں تھا؟ یہیں تمہارے گھر میں۔ اب بھلا بتاؤ میرے پاس کون سا ٹیلی فون ہے جو میں اندر کی خبر باہر پہنچاؤں۔ یا میرے تابع کوئی جن ہے جس کو بول کر میں نے مخبری کروائی؟ بول!''

شگفتہ اس کے سامنے بیٹھ گئی:

''بات تو تُو سولہ آنے سچ کہہ رہا ہے۔ مگر اس موئے ائریا کمانڈر کو کون سمجھائے۔ اسے تو جیسے تمہارے ساتھ کوئی خاندانی دشمنی ہے۔ میں دروازے سے کان لگا کر سن رہی تھی۔ یہ موا ڈسٹرک کمانڈر سے پتہ نہیں کیا کیا کہہ رہا تھا۔ بڑی دیر تک واکی ٹاکی کوے کی طرح کائیں کائیں کرتا رہا۔ مگر اتنا میں سمجھ گئی کہ یہ تمہارے خلاف ڈسٹرک کمانڈر کے کان بھر رہا تھا۔''

اب پھگیاڑ پریشان ہو گیا۔ وہ اس بات سے دکھی تھا کہ اس کی نیکی اسے موت کے گھاٹ تک لے آئی۔ اس نے خوف زدہ لہجے میں شگفتہ سے پوچھا:

''اب؟ اب کیا کروں میں؟''

شگفتہ نے اپنے ہاتھ اس کے زانوں پر رکھے۔ وہ کچھ کہنے کی کوشش کر رہی تھی مگر اس کے گلے پر جیسے کسی نے بندوق کی نوک رکھی تھی۔ وہ سمجھ سکتی تھی کہ اگر ائریا کمانڈر نے ڈسٹرک کمانڈر کو مطمئن کیا تو پھگیاڑ کو گولی سے اڑایا جا سکتا ہے:

''اس کی پرخاش ہے تم سے۔''

شگفتہ نے انگوٹھے سے پھگیاڑ کی ہتھیلی رگڑنا شروع کی:

''کس کی؟''

پھگیاڑ نے ہاتھ کھینچ کر پوچھا:

''اسی کوڑھی کی۔''

''ارے صاف صاف بتاؤ۔ کیا بات ہے۔ کس کو پرخاش ہے مجھ سے اور کیوں؟''

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

پھگیاڑ چلایا۔ شگفتہ بولی:

''چپ ہو جاؤ۔ بتاتی ہوں۔ ایریا کمانڈر کی بات کرتی ہوں۔''

پھگیاڑ نے جھنجھلا کر پوچھا:

''مگر کیوں؟ میں نے کیا بگاڑا اس کا؟''

''مجھ پر بری آنکھیں ڈالتا ہے۔''

شگفتہ نے کہا۔ پھگیاڑ سوچ میں پڑ گیا۔ بولا:

''تو میں بیچ میں کہاں سے آ گیا؟''

شگفتہ نے ماتھا کوٹتے ہوئے کہا:

''رہے نا پہاڑی کے پہاڑی۔ اس نے دیکھا ہے ہم کو کمرے میں۔''

اب پھگیاڑ سارا معاملہ سمجھ گیا:

''تو اسے شک ہو گیا ہے۔ سالے کو ملٹری کیمپ پر چھوڑ کر نہ آیا تو میرا نام قلندر خان نہیں۔''

''شگو!''

شگفتہ کی ماں شمیم بی بی نے پکارا۔ شگفتہ نے دروازے پر رک کر کہا:

''کل ڈسٹرک کمانڈر پوچھ تاچھ کے لئے آئے گا۔ بہت ہی نیک آدمی ہے۔ گرمی مت دکھانا۔ رب نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

شگفتہ چلی گئی تو پھگیاڑ کو عجیب تنہائی محسوس ہوئی۔ اس نے اٹھ کر کھڑکی کھولی۔ سامنے جہلم بہہ رہا تھا۔ کشتیاں آر پار جا رہی تھیں۔ کچھ شکاروں میں مچھیرے جال پھینک کر مچھلیاں پکڑ رہے تھے۔ اس پار پنگھٹ پر عورتیں کپڑے اور برتن دھو رہی تھیں۔ کچھ لڑکے بالے پانی میں تیر رہے تھے۔ بچے کنارے پر غل مچا رہے تھے۔ اس نے آسمان کی طرف دیکھا۔ گیروے بادلوں کی کچھ لکیروں کے بیچ پرندے صف بنا کر اڑ رہے تھے۔ پھگیاڑ کو لگا جیسے وہ بھی انہی میں سے ایک پرندہ ہے جو کسی کھیت میں دانہ چگتے ہوئے پھندے میں پھنس گیا۔ اس کے ساتھی اسے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''جب انہوں نے جانے کا منصوبہ بنایا میں کہاں تھا؟ یہیں تمہارے گھر میں۔ جب ان کا انکاؤنٹر ہوا۔ میں کہاں تھا؟ یہیں تمہارے گھر میں۔ اب بھلا بتاؤ میرے پاس کون سا ٹیلی فون ہے جو میں اندر کی خبر باہر پہنچاؤں۔ یا میرے تابع کوئی جن ہے جس کو بول کر میں نے مخبری کروائی؟ بول!''

شگفتہ اس کے سامنے بیٹھ گئی:

''بات تو تُو سولہ آنے سچ کہہ رہا ہے۔ مگر اس موئے ائر یا کمانڈر کو کون سمجھائے۔ اسے تو جیسے تمہارے ساتھ کوئی خاندانی دشمنی ہے۔ میں دروازے سے کان لگا کر سن رہی تھی۔ یہ مواڈسٹرک کمانڈر سے پتہ نہیں کیا کیا کہہ رہا تھا۔ بڑی دیر تک واکی ٹاکی کوے کی طرح کائیں کرتا رہا۔ مگر اتنا میں سمجھ گئی کہ یہ تمہارے خلاف ڈسٹرک کمانڈر کے کان بھر رہا تھا۔''

اب پھگیاڑ پریشان ہو گیا۔ وہ اس بات سے دکھی تھا کہ اس کی نیکی اسے موت کے گھاٹ تک لے آئی۔ اس نے خوف زدہ لہجے میں شگفتہ سے پوچھا:

''اب؟ اب کیا کروں میں؟''

شگفتہ نے اپنے ہاتھ اس کے زانوں پر رکھے۔ وہ کچھ کہنے کی کوشش کر رہی تھی مگر اس کے گلے پر جیسے کسی نے بندوق کی نوک رکھی تھی۔ وہ سمجھ سکتی تھی کہ اگر ائر یا کمانڈر نے ڈسٹرک کمانڈر کو مطمئن کیا تو پھگیاڑ کو گولی سے اڑایا جا سکتا ہے:

''اس کی پرخاش ہے تم سے۔''

شگفتہ نے انگوٹھے سے پھگیاڑ کی ہتھیلی رگڑنا شروع کی:

''کس کی؟''

پھگیاڑ نے ہاتھ کھینچ کر پوچھا:

''اسی کوڑھی کی۔''

''ارے صاف صاف بتاؤ۔ کیا بات ہے۔ کس کو پرخاش ہے مجھ سے اور کیوں؟''

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اماں کے جیسے ہوش اڑ گیے :

''ہائے اللہ! یہ کیسا تماشا ہے تیرا۔''

اس نے ہاتھوں کے اشارے سے بیٹے کو پاس بلایا۔ پھگیاڑ بولا:

''اماں! میں اڑ نہیں سکتا۔ میرے شہ پر کو چیل نے توڑ دیا ہے۔''

اماں چیل کو کوسنے لگی:

''ناس جائے اس چیل کا جس نے میرے بیٹے پر جھپٹا مارا۔ بجلی اس کا گھونسلہ پھونک ڈالے۔ اسے میری ہائے لگے۔ اس کا خاندان مٹ جائے۔''

اس نے پیڑ پر چڑھ کر اپنے بیٹے کو مٹھی میں بھر لیا۔ وہ دوڑ کر اندر چلی گئی۔ بیٹے کو تکیے پر بٹھا کر تیل اور ہلدی ملا کر گرم کرنے لگی۔ بچپن میں جب بھی پھگیاڑ کو چوٹ لگتی تو اس کی اماں یہی مرہم لگاتی۔ اماں شہادت کی انگلی کی پور سے ہولے ہولے پھونک مار کر مرہم لگا رہی تھی۔ اچانک اس کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔ وہ گنگنانے لگی:

''جب تو پیدا ہوا تھا میرے مجنوں
تیری آنکھوں کے نورانی دھندلکوں نے
میری آنکھوں کی زرداسی کو سن لیا تھا
جب تو پیدا ہوا تھا میرے فرہاد
تیرے پہلے بوسے کی دلدار ہوا نے
مجھ کو فاختہ بنا کر اڑایا تھا
جب تو پیدا ہوا تھا میرے مہیوال
تیری کنول کی ڈنٹھل جیسی باہوں نے
مجھ کو مرجان کا ہار پہنایا تھا
جب تو پیدا ہوا تھا میرے وامق
تیری سرخ گیندے سی ایڑی کے لمس نے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

نور سے میرا چہرا دھویا تھا

جب تو پیدا ہوا تھا ______

''بس کر اماں بس کر!''

پھگیاڑ رونے لگا۔ اس نے سکیاں لیتے ہوئے پوچھا:

''اماں! بابا مجھ سے پیار کرتے تھے؟''

''ہاں! بہت پیار کرتے تھے۔ مگر تم ایسا کیوں پوچھ رہے ہو؟''

''اماں! میری صورت اچھی نہیں ہے نا۔''

''ہائے میں قربان جاؤں اپنے رانجھے پر۔''

اماں کے ہاتھ سے کٹوری گر گئی۔ اس کے دامن پر مرہم گر گیا۔ پھگیاڑ نے اٹھ کر اس کا دامن جھاڑنا چاہا۔ اس کی آنکھ کھل گئی:

''کہاں جا رہا ہے؟''

پہرے دار نے پوچھا۔ مسجد میں فجر کی اذان ہو رہی تھی۔

❁

شام کا وقت تھا۔ زینب اپنی ماں کے بالوں میں تیل لگا کر کنگھی کر رہی تھیں۔ کبھی کبھی کنگھی بالوں میں پھنس جاتی اور بال کھنچ جاتے تو وہ سسکاری لے کر زینب کا ہاتھ پکڑتیں:

''مولوی صاحب کہتے تھے کہ جو عورت کھلے بال دنیا میں رہے گی جہنم میں فرشتے اس کے بال یوں کھینچیں گے کہ درد اس سے برداشت نہ ہوگا۔ کوئی اس کی مدد نہیں کرے گا۔ حالانکہ وہ مدد کے لیے بہتیرا پکارے گی۔ سی ______ ارے مولوی فضل ہیں یا اللہ کو پیارے ہو گیے؟ سی ______''

انہوں نے زینت کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا:

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''یہ بتاؤ کیا یہ سچ ہے کہ ساجدہ اماں کو گولی لگ گئی؟''

زینت نے ہاتھ چھڑاتے ہوئے پوچھا:

''کون ساجدہ اماں؟''

''ارے!''

راحت بیگم نے غصّے سے زینب کی طرف دیکھا:

''بھول گئی؟ لوگ لاکھ کہیں کہ وہ پگلی تھیں پر میں نہ مانوں صاحبِ کرامات درویش تھیں وہ تو۔ البتہ گالیاں بہت بکتی تھیں۔ ایک ہی جملہ وردِ زبان تھا ''کھچ پچی کے حرامی پوت تیری ماں کی کٹی ـــــ''

زینب نے گالی سنی تو اسے غصّہ آیا۔ اس نے کنگھی زور سے کھینچی۔ راحت بیگم درد سے چیخ اٹھیں۔ زینب بولیں:

''چپ نہیں رہ سکتیں اماں! گھر میں بہو بیٹیاں ہیں۔ کیا اناپ شناپ بک رہی ہیں۔''

راحت بیگم نے کچھ دیر اپنا سر سہلایا۔ پھر قصّہ جاری رکھا:

''توبہ اللہ! ان کی وہ غضبناک آنکھیں۔ مجال ہے کوئی ٹکٹکی باندھ کر انہیں دیکھتا۔ غیب کی باتیں خوب بتاتی تھیں مگر اشاروں میں۔ سمجھنے والے سمجھ جاتے تھے۔ سنا ہے غنی درویش پر پہرہ بٹھا دیا ہے۔ لوگ آنے جانے سے ڈرتے ہیں۔ فقیر کے بھیس میں بادشاہ ہیں غنی صاحب۔ ان کی اپنی فوج ہے مگر وہ کسی کو دکھائی نہیں دیتی۔ ارے یہ بتاؤ قبائل ہیں ابھی کہ چلے گیے؟ سی ـــــ تیرا ناس جائے۔ تُو میرے بال بنا رہی ہے کہ سر کی چمڑی ادھیڑ رہی ہے سی ای ای ای۔ بختاور بی کا بیٹا زوجیلا گیا تھا بیگار پر۔ گھر لوٹا تو سنا کہ جس ماں نے گلے لگا کر وداع کیا تھا وہ منوں مٹی کے نیچے سو رہی ہے۔ ارے تم لوگ ان فوجیوں سے کہتے کیوں نہیں کہ ہمارے لوگوں کو بیگار پر لینے والوں کا ناس کریں۔ شیخ عبداللہ اچھا آدمی تھا۔ بیبیاں اس کے سر سے پانی اتار کر پیتی تھیں۔ کہتے ہیں اسے کسی عمر مختار نے مار دیا۔ جھوٹ کہتے ہیں لوگ۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

مجھے معلوم ہے اسے کس نے مارا۔ کہنا نہیں کسی سے اسے گیلانی نے مارا ـــــ مخبری کے الزام میں۔ گیلانی بھٹے اچھے بھونتا ہے۔ سینما کے سامنے ٹھیلا لگاتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں سن 1971 کی جنگ میں جو ٹینکیں ناکارہ ہوگئی ہیں ان کی غفار مستری سے مرمت کروائی جارہی ہے۔ البتہ توپوں کو لوگوں نے گھاس کے نیچے چھپا کر رکھا ہے۔ ایک دن ریڈیو پر کہتے تھے کہ امریکا کا بحری بیڑہ طوفان کی وجہ سے سمندر میں کہیں لنگر انداز ہوا۔ لنگر کی چرخی ٹوٹ گئی۔ کھوئے ہوئے جہاز کے سب سوار مر گیے۔ ان کی روحیں چاندنی راتوں میں مستول پر آبی سانپ دیکھ کر اصحابِ ارواح کی وفات کا قصہ بیان کرتی ہیں۔ سی ـــــ سی۔ کیا یہ سچ ہے کیا نام ہے تمہارا؟ کیا یہ سچ ہے کہ جنگ میں بچھائی گئی بارودی سرنگوں کو گیدڑ سونگھ سونگھ کر نکالتے ہیں اور ان کے بچے ان سے فٹ بال کھلتے ہیں۔ سی ای ای ای۔''

زینب نے لٹ بناتے ہوئے کہا:

''بس اماں بس ہو گیا۔''

راحت بیگم نے گردن اٹھا کر کہا:

''مجھے معلوم ہے تم نے مجھے کیوں غسل دیا اور کیوں نئے کپڑے پہنائے۔''

''کیوں اماں؟''

راحت بیگم نے سر اپنی بیٹی کے سینے کے ساتھ ٹکایا:

''یا تو عید ہے یا پھر میں مر گئی ہوں۔''

''وہ کیسے؟''

زینب نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ راحت بیگم بولیں:

''مجھے ہر طرف جو لوگ دکھائی دے رہے ہیں انہوں نے سبز کپڑے پہنے ہیں اور ان کے سروں پر سفید عمامے ہیں۔ سب درود شریف پڑھ رہے ہیں ـــــ کسی کے ہاتھ میں تسبیح ہے۔ کوئی آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے گریہ کر رہا ہے۔ کئی دن

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

سے علمدار[1] کو دیکھا نہیں۔ کہتے ہیں پھر سے غار میں چلہ کاٹ رہے ہیں۔ میرے خیال میں ____ وہ کون آیا تھا جس نے کیا بولتے ہیں اس کو ____ مٹی کا برتن ٹوٹ جائے تو پھر سے جڑتا نہیں۔ ارے یاد آیا۔ امیر کبیر[2] ہاں وہی۔ جب برسات میں ہمارے مکان کی گھاس کی چھت ٹپکتی تھی تو اماں جگہ جگہ پر برتن رکھتیں۔ ساری رات برتنوں میں پانی کی بوندیں ٹپ ٹپ گرتیں۔ کوئی برتن بھر جاتا تو بوند سے پانی اچھل کر چھلک جاتا۔ اماں اٹھ کر برتن کو خالی کر دیتیں۔ ہم کونوں کھدروں میں بستر لے کر سمٹ جاتے۔ اب آسمان سے خون کی بارش ہو رہی ہے اور ہمارے گھروں سے برتن غائب ہو چکے ہیں۔ ہم کب تک خون کی بوندوں سے اوک اپنی بھرتے رہیں گے۔"

زینب نے اپنی ماں کے سر پر سفید اوڑھنی رکھی۔ وہ اوڑھنی کے دو کونوں کو کھینچ کر ماں کی ٹھوڑی کے نیچے گانٹھ لگانے ہی والی تھیں کہ راحت بیگم نے جھڑک کر کہا:

"ہٹ! نامراد! میں کیا مر گئی ہوں جو تم منہ بند کرنے کے لیے پٹّی باندھ رہی ہو۔"

زینب نے پیچھے سے اوڑھنی کی گانٹھ لگائی۔ گڈیا ہنس رہی تھی۔ تبھی اچانک راحت بیگم کچھ سوچ کر بولیں:

"بڑے دنوں سے رجب جو دکھائی نہیں پڑتا۔ کہیں بھیجا ہے اسے زینب نے گڈیا سے کہا:

"جاؤ دادا کو بلا کر لاؤ۔"

رجب سو رہا تھا۔ گڈیا نے جھنجوڑ کر جگایا:

۱۔ اہل کشمیر صوفی کامل اور ریشی سلسلہ کے بانی حضرت شیخ نور الدین ولیؒ علمدار کشمیر اور نند ریشی کے ناموں سے یاد کرتے ہیں۔

۲۔ ضرت میر سیّد علی ہمدانیؒ کشمیریوں میں امیر کبیر کے لقب سے مشہور۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''نانی۔''

یہ سن کر وہ ہڑبڑاتے ہوئے اٹھا۔ دوڑتے ہوئے کمرے میں داخل ہوا۔

پوچھا:

''کیا ہوا؟ خیریت ہے؟''

زینب نے کہا:

''بیٹھو اماں ڈھونڈ رہی ہے تمہیں۔''

رجب اماں کے پاس بیٹھ گیا:

''ہاں اماں!''

راحت بیگم بولیں:

''چل ہٹ! تم تھوڑی رجب جُو ہو۔ یہ لوگ روز مجھے کسی کو دکھا کر کہتے ہیں کہ یہی رجب جو ہے۔ مجھے بیوقوف سمجھتے ہیں۔ میرا رجب آئے گا تو گھوڑے پر سوار ہوگا۔ پھگیاڑ گھوڑے کی لگام پکڑے ہوگا۔ رجب میرا بادشاہ ہے۔ شان سے آئے گا۔ ٹھاٹھ سے آئے گا۔ اس کی کمر میں نیام ہوگی۔ نیام میں تلوار ہوگی۔ اور تلوار میں چکا چوند ہوگی۔ مگر گیا کہاں ہے وہ؟''

کمرے میں سب لوگ موجود تھے۔ سب کو ایک ایک کر کے راحت بیگم نے دیکھا اور پوچھا:

''تم میں سے سچ سچ بتاؤ دن کو کلہاڑیاں اور آرے لے کر کون آئے تھے۔ سچ سچ بتاؤ ورنہ دارو گیر ہوگی۔ توبہ یہ نوبت آگئی کہ دن دہاڑے آجاتے ہیں اور چنار کو کاٹنے لگتے ہیں۔ ایک دو کی تو میں نے کھوپڑیاں اپنی لاٹھی سے توڑی ہیں۔ باقی نامراد بھاگ گیے۔ مگر مجھے شک ہے کہ گھر میں ہی ہیں۔ رجب جو آگیا کیا؟''

''میں یہیں ہوں اماں!''

رجب نے ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔ راحت بیگم نے آہ بھرلی۔ بولیں:

''رجب جُو! یہ بتاؤ یہ لوگ گھر چھوڑ کر کہاں جاتے ہیں؟ ان کو اپنے چناروں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کی کوئی فکر نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ چرغے کے یہاں سے آئے تھے۔ وہ موا تو گیا مگر اپنے یہاں کے لوگوں کو بھیجتا ہے۔ جمیلہ کہہ رہی تھی کہ آج بھی شہر میں کئی گھر جل گیے ہیں۔ دینا ناتھ حلوائی کا گھر بھی جل گیا ہوگا۔ کون جانے اس کی دکان ہے کہ کسی نے پھونک ڈالی۔ وہ برفی میں جیسے شہد گھولتا تھا۔ پکوڑے تلنے لگتا تو پوری بستی میں خوشبو پھیلتی۔ منہ میں پانی بھر آتا۔ اس کی پنیر سے دودھ کی خوشبو آتی تھی۔ ساگ کے ساتھ پکتی تو ہمسایہ کہتے کہ آج دینو کی پنیر پکائی ہے تھوڑی سی ہمیں بھی چکھانا۔ مالا بیگم کٹوری لے کر شام کو رسوئی کی کھڑکی پر دستک دیتی۔ ریاض کو مجید بتاتا کہ میرے گھر آج مچھلی پکائی گئی ہے۔ بس وہ ضد کرتا اور جب تک میں ساجدہ کی رسوئی سے کٹوری بھر کر نہیں لاتی تب تک وہ رکابی میں ہاتھ نہیں ڈالتا۔ مہمان زیادہ آتے تو مقبول صاحب کے یہاں کچھ سلائے جاتے۔ ایک دوسرے سے بستر مانگتے۔ ہائے وہ لوگ بھی جل گیے۔ وہ دن بھی جل گیے۔ کوئی پردہ نہیں تھا۔ کوئی دیوار نہیں تھی۔ ایک دوسرے کے دل کی دھڑکن سنائی دیتی تھی۔ عورتیں ایک دوسرے سے برقعہ مانگ کر دعوت پر جاتیں۔ گرمیاں آتیں تو رات کو گوبر جلا کر آنگن میں سو جاتے یہ معلوم نہ ہوتا کہ رضائی میں کس کس ہمسایہ کے بچّے سوئے ہیں۔ بید کی مسواک چباتے چباتے صبحِ صادق سے پہلے لوگ میدان جاتے۔ بلا مارو سب کو۔ سو جاؤ سب مگر اتنا نہیں کہ سوتے میں کوئی سینے پر سوار ہو جائے۔''

رجب کو اچانک ایک واقعہ یاد آیا۔ گوپی ناتھ کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔ پپوٹے سوجھ گیے تھے۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑ گیے تھے۔ رجب نے پوچھا:

''یار! یہ کیا حال بنا رکھا ہے اپنا؟''

گوپی ناتھ کا کلیجہ جیسے پھٹ گیا۔ پھوٹ کر رونے لگے۔ ہچکیوں میں بولے:

''یار! آنکھیں نیند سے خالی ہو گئی ہیں۔ ذرا سی جھپکی میں بھی بھیانک سپنے دیکھ کر جاگ جاتا ہوں۔ کبھی دیکھتا ہوں کہ میرا خاندان جس گاڑی میں سوار ہوا تھا وہ

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

رام بن میں پہاڑ سے گر جاتی ہے اور چاروں طرف گرد و غبار کے بادل چھا جاتے ہیں۔ آسمان سے بارش کی جگہ اس گاڑی کے پرزے برس رہے ہیں۔ کبھی دیکھتا ہوں کہ پرنالے سے سانپ گھس کر کسی کو نیند میں ڈستا ہے۔ کبھی دیکھتا ہوں کہ برف کے گالوں سے خون کی بوندیں ٹپک رہی ہیں۔ کبھی دیکھتا ہوں کہ گریبان الٹا کر کے پھیرن پہنا ہے اور لوگ مجھ پر ہنس رہے ہیں۔ کبھی دیکھتا کہ کہیں دور سے میری ماں مجھے پکارتی ہے اور میں برہنہ تن آواز کی طرف دوڑتا ہوں۔ آنکھیں تھک کر بند ہوتی ہیں تو گولیوں کے دھماکے کانوں میں چھید کرنے لگتے ہیں۔ دو دن پہلے گلی میں کسی نے شہباز کو گولی ماردی۔ لوگ کہتے ہیں مخبر تھا۔ خدا جانے آنکھ کب بند ہوگی۔''

رجب نے کچھ سوچ کر کہا:

''جب گولی سے سینہ کھلے گا تب آنکھ بند ہوگی۔''

رجب روتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا:

''اس کو کیا ہو گیا؟''

زینب نے حیرت سے پوچھا۔

***

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ہل کا پھل بنانے گھر سے نکلا تھا

پہگیاڑ کا من تو بہت کر رہا تھا کہ وہ شگفتہ سے ملے مگر آج دونوں پہرے دار ایک لمحے کے لیے بھی کہیں باہر نہ گیے۔ شاید شگفتہ کا من بھی پہگیاڑ سے باتیں کرنے کو کرتا تھا اس لئے وہ بار بار آ کر پوچھتی تھی کچھ چاہیے تو نہیں۔ شمیم بی بی نے اپنی بیٹی کے من کی بات سن لی۔ اس نے آ کر سرگوشی میں کہا:

''بیٹا! سارے محلے کے نکڑوں پر فوجی کھڑے ہو گیے ہیں۔ افواہ ہے کہ کریک ڈاؤن ہو جائے گا۔ تم لوگ پتلی گلی سے رمضان ڈار کے کارخانے میں چھپ جاؤ۔ وہاں اتنے کاریگر کام کر رہے ہیں کسی کو شک نہ ہوگا کہ تم لوگ کون ہو۔''

یہ سن کر دونوں گھبرا کر اٹھے۔ پہگیاڑ بھی اٹھا تو شمیم بی بی نے کہا:

''تم کہاں جا رہے ہو؟ تم تھوڑی ان میں سے ہو۔ تم بیٹھو۔''

مگر پہرے دار پہگیاڑ کو اپنے ساتھ لینے کے لیے بضد تھے۔ شمیم بی بی حیلے خوب جانتی تھیں۔ دونوں کو دوسرے کمرے میں لے کر سمجھایا:

''اس مصیبت کو کیوں ساتھ لے جا رہے ہو۔ پکڑے جاؤ گے تو یہ پہچان کرے گا۔ اور کیا معلوم کہ یہی پکڑوائے۔ اندھیرا ہوگا اور خطرہ ٹل جائے گا تو لوٹ کر یہیں آنا۔ تب تک اس کی ذمہ داری میں لیتی ہوں۔''

دونوں وہاں سے چلے گیے۔ کچھ دیر بعد شگفتہ آئی۔ پہگیاڑ نے پوچھا:

''کیا تمہاری ممی نے جو کہا صحیح ہے؟''

شگفتہ مسکرا کر بولی:

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''نہیں رے! یہ تو کچھ دیر ان کو یہاں سے نکالنے کا ایک بہانا تھا۔''

پھگیاڑ نے پوچھا:

''کیوں؟ تو کیا فوجی وہاں نہیں ہیں جہاں تمہاری ممی نے کہا کہ ہیں؟''

شگفتہ نے اس کے گال پر ہلکا طمانچہ مارا:

''رہے نا تم پہاڑی کے پہاڑی۔ ارے ممی نے میری آنکھوں میں ساری داستان پڑھ لی ہے۔ اور فوجی وہاں ہیں جہاں انہیں روز ہونا پڑتا ہے۔''

''اوہ! یہ بات ہے۔''

''اور نہیں تو کیا۔''

شگفتہ اس سے لپٹ گئی۔ وہ بولا:

''شگو!''

''ہاں!''

شگفتہ کی گرم سانسوں کی مہک اس کے وجود کو چھونے لگی:

''اگر میں مر گیا؟''

''زہر کھا کے مر جاؤں گی میں۔''

پھگیاڑ نے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا۔ شگفتہ اس کا ہاتھ چومنے لگی:

''ایک وعدہ کرو مجھ سے۔''

پھگیاڑ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا:

''کیا؟''

''اگر مجھے کچھ ہو گیا تم کسی طرح سے میری اماں ___ میری اماں ___ میری اماں ___''

''ہاں ہاں بولو! تمہاری اماں کو کیا؟''

''کچھ نہیں۔''

وہ منہ پر دوہتڑ مار کر رونے لگا:

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''ہائے مائی! میری مائی!''

شگفتہ نے اس کا سر اپنی گود میں چھپایا۔ وہ بھی رونے لگی۔ روتے روتے کہنے لگی:

''وعدہ کرو کہ جب دیس جاؤ گے مجھے ساتھ لے جاؤ گے۔''

''وعدہ۔''

دونوں لپٹ لپٹ کر رونے لگے۔ شمیم بی بی دروازے سے کان لگا کر سب سن رہی تھی۔ آخر ماں تھی۔ رہا نہ گیا۔ دروازہ کھول کر اندر آئیں۔ دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا۔ شگفتہ تکیے کے ساتھ بیٹھ گئی تو شمیم بی بی نے پھگیاڑ کا ماتھا چوما۔ بولیں:

''کچھ نہیں ہوگا میرے بیٹے کو۔ میرا بیٹا سلامت رہے گا۔''

وہ بیٹھ گئیں تو شگفتہ اٹھ کر ان سے لپٹ گئی:

''ممی!''

ماں نے بیٹی کا سر گود میں چھپایا۔ تینوں کی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔

بازار بند ہو گیا اور فوجی چلے گیے تو پہرے دار بھی لوٹ کر آئے۔ ان کے ساتھ دو اور جوان تھے۔ کچھ دیر بیٹھنے کے بعد چاروں کھڑے ہو گیے۔ ایک نے پھگیاڑ سے کہا:

''چلو! چلتے ہیں۔''

''کہاں؟''

پھگیاڑ گھبرا گیا۔ ان میں ایک بولا:

''چلو اٹھو اور زیادہ سوال مت کرو۔''

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کسی نے جیب سے کالا کپڑا نکالا۔ وہ پھگیاڑ کی طرف بڑھا تو پھگیاڑ پیچھے ہٹ گیا:

''یہ کیا کر رہے ہو تم لوگ؟ آنکھوں پر پٹّی باندھ کر کہاں لے جا رہے ہو؟''

ان میں سے ایک نے پستول نکالی:

''چلتے ہو یا اس ٹنٹے کو یہیں ختم کر دوں۔''

''بالکل نہیں!''

پھگیاڑ نے چلا کر کہا:

''مجھے قتل کرنا ہے تو یہیں کرو۔ میں نہیں آؤں گا ایسے۔''

غل سن کر شگفتہ اور شمیم بی بی آئیں۔ انہیں کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیا ہو رہا تھا۔ شمیم بی بی بولیں:

''آرام سے بیٹھ کر بات کرو بیٹا! شور ہنگامے سے بات باہر جائے گی۔''

ان میں ایک بولا:

''ممی! ہم بھی کسی کے حکم کے غلام ہیں۔ اب جگہ آخری وقت پر بدل گئی ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں؟''

شمیم بی بی پھگیاڑ سے کچھ کہنے والی تھیں مگر پھگیاڑ نے اس سے قبل ہی کہا:

''ممی! اگر انہیں مجھے ٹھکانے لگانے کا حکم ملا ہے تو یہ مجھے یہیں گولی مار دیں۔ قسم خدا کی مومن ہوں موت سے نہیں ڈرتا۔ اماں کی قسم یہ بھی نہیں پوچھوں گا کہ کس قصور کی سزا دے رہے ہو۔ آخر آنکھوں پر کالی پٹّی باندھ کر ساتھ لے جانے کا کیا مطلب ہے۔''

شمیم بی بی نے اس کا بازو پکڑ لیا۔ اسے دوسرے کمرے میں لے گئیں۔ بولیں:

''دیکھو! اگر ان کا ارادہ تمہیں قتل کرنے کا ہوتا تو یہ تمہاری آنکھوں پر پٹّی نہیں باندھتے۔ یہ بس اتنا چاہتے ہیں کہ تم یہ نہ جان سکو کہ ہائیڈ آوٹ کہاں ہے۔ میرا

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

یقین کرو۔ ورنہ تمھیں مار دنیا ہوتا تو یوں ہی لے جا کر مار دیتے۔ تم مر جاتے تو مر کے کس کو بتاتے کہ کون تھے؟''

یہ بات پھگیاڑ کو معقول لگی۔ وہ جانے لگے تو پھگیاڑ نے دروازے پر مڑ کر دیکھا۔ اس کی آنکھوں پر پٹّی دیکھ کر شگفتہ کلیجہ مسوس کر رہ گئی۔ وہ اوڑھنی پسار کر اس کے لیے دعا مانگنے لگی۔ اس کے گالوں پر آنسوؤں کا ریلا بہہ رہا تھا۔

ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ تاروں کی روشنی اتنی تھی کہ ایک پیڑ تک پہنچ کر مشکل سے دوسرا پیڑ دکھائی دیتا تھا۔ وہ بری طرح سے سیب کے اس باغ میں پھنس گیے تھے۔ جہاں بھی باغ کی سرحد ختم ہوتی تھی وہاں دھان کے کھیت شروع ہوتے تھے۔ اور دھان کے کھیت پانی سے لبالب تھے۔ تھک ہار کر وہ ایک پیڑ کے نیچے بیٹھ گیے۔ ان میں سے ایک بولا:

''کیا لوگوں نے اپنے باغوں میں رکھوالی کے لیے کسی کو رکھنا چھوڑ دیا ہے؟''

''کیوں؟''

کسی نے پوچھا:

''نہیں کچھ نہیں۔''

اس نے کہا۔ دوسرے نے پوچھا:

''رکھوالے کو کیا کرنا ہے؟''

''سالے! تمھاری بہن کے رشتے کی بات کرنی تھی۔''

اس پر سوائے پھگیاڑ کے سب ہنس پڑے۔ پھگیاڑ نے کہا:

''ان باغوں کے پرندے اڑ کر کہیں دور چلے گیے ہیں۔ سائیں اب یہاں کوئی راستہ بتانے والا نہیں ملے گا۔''

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں نے اسی لیے رکھوالے کی بات کہی تھی؟''

پہلے نے پوچھا۔ پھگیاڑ بولا:

''اس وقت تم لوگوں کو کس چیز کی ضرورت ہے؟ کسی راہنما کی۔''

''صحیح کہتے ہو۔ اب یہ بتاؤ کہ کیا کریں۔''

''میری آنکھوں کی پٹّی کھول دو۔''

''کیوں؟''

کسی نے پوچھا۔ پھگیاڑ نے کہا:

''میں راستہ سوجھنے کی کوشش کروں گا۔''

''اور اگر اندھیرے میں بھاگ گیے؟''

کسی نے پوچھا۔ پھگیاڑ بولا:

''میں ان میں سے نہیں جو ایک جان کے بدلے چار جانوں کو خطرے میں ڈال دے۔''

کسی نے پوچھا:

''مگر ہم تو پانچ تھے۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اب ہم چار ہی ہیں؟''

پھگیاڑ بولا:

''قدموں کی آہٹ نے بتا دیا کہ تم میں سے ایک کشتی سے اتر کر تھوڑی دور تک ساتھ چلا۔ پھر کسی اور سمت میں چلا گیا۔''

ان میں سے ایک نے یہ سنتے ہی پھگیاڑ کی پٹّی کھول دی:

''اب بتاؤ یہاں سے نکلنے کا راستہ کہاں سے ہے؟''

پھگیاڑ نے اٹھ کر پہلے کچھ دیر آسمان کی طرف دیکھا۔ پھر اندھیرے میں چاروں طرف نظر دوڑائی۔ بولا:

''یہاں سے آدھے کوس پر سڑک ہے کہ موہوم سی روشنی کچھ دیر کے لئے دکھائی دیتی ہے۔ مطلب گاڑیاں گزر رہی ہیں۔ اور حالات ٹھیک ہیں۔ کشتی سے اتر

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کر تم لوگوں نے گھوم پھیر کر سفر کیا۔ شاید اس لیے کہ مجھے اس مقام کا راستہ یاد نہ رہے۔ ہم لوگ تین بستیوں سے پرے ہی پرے گزرے۔ یہاں سے آدھے کوس کی دوری پر سبزیوں کے کھیت ہیں۔ یہ باغ واروں[1] کا ہے۔ یہاں سے نکلنے کے دو راستے ہیں۔ ایک یہاں سے مغرب کی طرف مگر آگے ملٹری کیمپ ہے۔ دوسرا راستہ شمال کی طرف ہے جو میں تب تک نہیں بتاؤں گا جب تک کہ مجھے منزل معلوم نہ ہو۔"

کچھ دیر چاروں خاموش رہے۔ پھر ایک بولا:

"مقیم پور جانا ہے۔"

"چلو!"

وہ پہگیاڑ کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ باغ سے باہر نکلے تو ان میں سے کسی نے پوچھا:

"یہ بتاؤ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ ہم تین بستیوں سے پرے ہی پرے گزرے؟"

پہگیاڑ نے کہا:

"کتوں کے بھونکنے سے معلوم ہوا۔"

کسی اور نے پوچھا:

"یہ بتاؤ سبزیوں کے کھیت سے ہم گزر کر آئے۔ یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

پہگیاڑ بولا:

"ساگ کی خوشبو نے بتا دیا۔"

کسی اور نے پوچھا:

ا۔ وار: کشمیری مسلمانوں کی ایک ذات۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''یہ راستہ تمہیں کیسے سوجھا؟''

پھگیاڑ نے کہا:

''کئی بار یہاں سے گزرا ہوں۔''

تبھی انہیں ایک دردناک آواز سنائی دی۔ آواز بہت دور سے آرہی تھی۔ سب نیچے بیٹھ گیے۔ انہیں دور سے روشنی کا ایک نکتہ دکھائی دیا۔ کوئی لالٹین لیے کسی کو ڈھونڈ رہا تھا۔ آواز مسلسل آرہی تھی۔ کوئی کسی کو پکار رہا تھا۔ سب دہشت زدہ ہوگیے۔

کسی نے پوچھا:

''ماجرا کیا ہے؟''

پھگیاڑ نے کہا:

''اس باغ سے آگے جو باغ ہے اس میں مالک اپنی بوڑھی ماں کے ساتھ رہتا ہے۔''

کسی نے تعجب سے کہا:

''اس قدر سنسان جگہ پر ان حالات میں تو جانور بھی نہ رہے گا۔''

پھگیاڑ بولا:

''غریب آدمی کو اپنے ستاتے تھے۔ اپنوں کے شر سے بستی ہی چھوڑ دی۔ جیسے جنات نے بستیاں تیاگ دی ہیں۔ اور پنڈت اپنی بستیوں کو ویران کر کے چلے گیے۔''

''مگر اسے ہوا کیا ہے؟''

کسی نے پوچھا۔ پھگیاڑ بولا:

''اس کی گائے کہیں کھوگئی ہے۔ اسی کو پکار رہا ہے۔ اور اس کی ماں اسے پکار رہی ہے۔''

''تمہیں کیسے معلوم ہوا؟''

کسی نے پوچھا۔ پھگیاڑ بولا:

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''یہ تین ہی اس مکان میں رہتے ہیں۔ بیٹے اور ماں کی پکار سنائی دیتی ہے۔ مطلب یہ کہ دونوں سلامت ہیں۔ بیٹا اپنی گائے کو آواز دے رہا ہے۔''

وہ سب حیرت زدہ ہو گیے۔ اب وہ پھگیاڑ سے ڈرنے لگے۔ کسی نے پوچھا:

''جنات نے بستیاں کیوں چھوڑ دیں؟''

''مولوی صاحب کہتے تھے کہ۔''

اچانک وہ رک گیا۔ اس کے دائیں پاؤں سے جوتا نکلا تھا۔

''کیا کہتے تھے مولوی صاحب؟''

کسی نے پوچھا۔ پھگیاڑ نے جوتا پہنا۔ بولا:

''کہتے تھے کہ آدم زاد سے پہلے زمین پر جنات تھے۔ انہوں نے اللہ سے کیے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی کی۔ پس اللہ نے ان کو پستی میں ڈال دیا اور فرشتوں سے کہا کہ ان غداروں کو دور بیابانوں کی طرف دھکیل دو اور ہم نے ان باغیوں کے لیے جہنم میں سخت عذاب مقرر کیا ہے۔ پس فرشتوں نے جنات کو ویرانوں کی طرف ہانکا۔ پھر جب آدم نے بیابانوں میں بستیاں آباد کیں تو ان جنات میں سے کچھ نیک اور کچھ بد وہیں رہے۔ پھر ان میں سے کچھ شوروغل سے پریشان ہو کر بستیوں سے دور چلے گیے۔ جن بستیوں میں گولیاں چلتی ہوں۔ بم دھماکے ہوتے ہوں ان میں جنات قرار نہیں پکڑتے۔''

''پنڈت تو خود ہی بھاگ گیے۔ کیا وہ بھی جنات تھے کہ گولیوں اور بموں کے دھماکوں سے ڈر کر اپنے گھروں میں قرار نہ پکڑا؟''

ان میں سے کسی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ پھگیاڑ بولا:

''جب جان مال اور عزت جانے کا خطرہ ہو تو مسلمان پر بھی ہجرت لازم ہو جاتی ہے۔ یہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ مگر ہم نے کب کسی غیر مسلم کو ان کا امتی مانا۔ اور یہ تم سے کس نے کہا کہ پنڈت خود ہی بھاگ گیے۔''

ایک جگہ پہنچ کر پھگیاڑ رک گیا۔ پوچھا:

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''ہتھیار کیا کیا ساتھ ہیں؟''

''کیوں؟ کیوں پوچھتے ہو؟''

پھگیاڑ بیٹھ گیا۔ وہ بھی بیٹھ گیے۔ پھگیاڑ بولا:

''یہاں سے جو علاقہ شروع ہوتا ہے وہ تم لوگوں کی مخالف تنظیم کا ہے۔ یہاں اگر تم ان کے ہتھے چڑھ گیے تو وہ زندہ نہیں چھوڑیں گے کہ تم لوگ ایک دوسرے کا قتل کرنے والوں میں سے ہو۔''

یہ سن کر سب نے اپنا اپنا اسلحہ درست کیا۔ پھگیاڑ بولا:

''جائیں گے تو ہم اس بستی سے پرے ہی پرے مگر ان میں سے اکثر راتوں کو گشت پر ہوتے ہیں۔ کچھ ملٹری پر گھات لگاتے ہیں اور کچھ تم جیسے لوگوں کی ٹوہ میں رہتے ہیں۔''

سب ہوشیار ہو کر آگے بڑھنے لگے۔ پھگیاڑ نے کہا:

''کوئی ماچس نہیں جلائے گا۔''

وہ چپ چاپ اس کے پیچھے پیچھے چلتے رہے۔ مقیم پور سے کچھ دوری پر پھگیاڑ نے انہیں روکا:

''رک جاؤ تھوڑی دیر کے لیے۔''

''کیوں؟''

کسی نے پوچھا۔ پھگیاڑ نے سرگوشی میں جواب دیا:

''کیونکہ پورے گاؤں میں کتے بھونک رہے ہیں۔ یہ اشارہ ہے اس بات کا کہ کچھ اجنبی لوگ گاؤں میں گھس گیے ہیں۔''

''کون ہو سکتے ہیں؟''

کسی نے سرگوشی میں ہی پوچھا۔ پھگیاڑ بولا:

''آرمی۔''

کسی نے گھبرا کر پوچھا:

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''اب؟''

پھگیاڑ نے لیٹ کر کہا:

''جب تک فجر کی اذان نہیں ہوتی تب تک اسی جگہ پر قرار پکڑو کہ فجر کی اذان کے وقت ہی کریک ڈاؤن کا اعلان ہوتا ہے۔''

کسی نے پوچھا:

''اگر کریک ڈاؤن ہوا؟''

پھگیاڑ نے اطمینان سے کہا:

''تو ہم لوگ محفوظ راستے سے لوٹ جائیں گے۔''

یہ سن کر سب کو لگا کہ خدا کے بعد ان کی جانوں کی حفاظت پھگیاڑ کرنے والا ہے۔ اب انہوں نے ایک طرح سے پھگیاڑ کے سامنے سرنڈر کر دیا:

''آدھے چاند سے مجھے بہت ڈر لگتا ہے۔''

ان میں سے ایک نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا:

''اپنے اپنے ہتھیار سرہانے رکھ کر لیٹ جاؤ۔''

پھگیاڑ نے سرگوشی میں کہا۔ ان میں سے ایک نے آدھے چاند سے ڈرنے والے سے پوچھا:

''تم آدھے چاند سے کیوں ڈرتے ہو؟''

وہ دردناک لہجے میں بولا:

''کیا تم نے اخبار میں اس شخص کے آدھے دھڑ کی تصویر نہیں دیکھی جس کے پیٹ پر مخبری کے الزام میں بارود باندھا گیا تھا؟''

''بے درد ہیں۔''

ایک نے لیٹے لیٹے کروٹ بدل کر کہا:

''کون؟ کون بے درد ہیں؟''

''اخبار والے اور کون۔''

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''مگر کیوں؟''

''بھلا ایسی دردناک تصویر اخبار میں چھاپی جاتی ہے؟''

''دہشت آدمی سے کچھ بھی کرواسکتی ہے۔''

''کس چیز کی دہشت۔''

''آرامشین پر دونیم ہونے کی۔''

''تم لوگ خاموش نہیں بیٹھ سکتے۔''

کسی نے جھنجھلا کر کہا۔

کچھ دیر گہرا سناٹا چھایا۔ جھنگر جھنگار رہے تھے۔ جیسے میلے میں ہر طرف شریر بچّے لوگوں کو چڑانے کے لیے ٹٹیریاں بجا رہے ہیں۔ ان میں سے ایک بولا:

''ایک افغانی میلی ٹینٹ کو انکاؤنٹر میں گولی لگی۔ لوگ اسے اٹھا کر ڈاکٹر حمید کے گھر لے گیے۔ ڈاکٹر حمید نے گھبرا کر کہا کہ اس کے پیٹ میں گولی لگی ہے اور اگر اسپتال میں آپریشن نہ ہوا تو مرجائے گا۔ جو افغانی کو لے کر آئے تھے ان میں سے ایک نے پستول کی نال ڈاکٹر کی کنپٹی پر رکھی اور کہا:

''ہم کچھ نہیں جانتے ادھر ہی آپریشن کرو۔ اور اگر یہ مر گیا تو ہم تم کو اس کے ساتھ خدا کے پاس بھیج دیں گے۔ ڈاکٹر نے بنا کلوروفارم سنگھائے جس قدر ساز وسامان تھا اس سے آپریشن کر کے گولی نکالی اور ٹانکے لگائے۔ دوائیاں دے کر کہا کہ اسے کسی ہائیڈ آؤٹ میں چھپاؤ۔ یہ خبر ملٹری کو ملی۔ انھوں نے ڈاکٹر کے پورے گھر کا غتر بود کیا اور پیٹ پیٹ کر ان کا برا حال کر دیا۔ کچھ دن بستر پر لیٹے رہے۔ جب چلنے پھرنے کے قابل ہو گیے تو پوری فیملی کے ساتھ سرینگر ہجرت کی۔ گھر میں الّو بول رہے ہیں۔''

دور کسی پیڑ پر الّو ہو کنے لگا:

''کہتے ہیں الّو کا ہوکنا منحوس ہے۔''

کسی اور نے کہا۔ وہ دراصل بہت ڈرے ہوئے تھے۔ پھگیاڑ بولا:

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''ڈر انسان کے احساس میں ایک اندھیری کھائی بنا دیتا ہے۔ اس کھائی میں رات کو ہوائیں سنسناتی ہیں۔ سیار بولتے ہیں۔ سانپ پھنکارتے ہیں۔ اور ڈرا ہوا آدمی یہ آوازیں سن کر ادھر ادھر بھاگتا ہے۔ اور وہ جدھر بھی بھاگتا ہے اسے یہی ہولناک آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ ہوا کی سنسناہٹ اسے چڑیلوں کی تمسخرانہ ہنسی لگتی ہے۔ سانپ کی پھنکار سن کر لگتا ہے کہ اس کا کفن تیز ہوا میں لہرا کر پھڑ پھڑا رہا ہے۔ سیاروں کی آوازوں سن کر اسے غولِ بیابانی کا خیال آتا ہے۔''

فجر کی اذان ہوئی تو سب نے اطمینان کا سانس لیا۔ پھگیاڑ نے کہا:

''تم میں سے ایک دور ہی دور سے گاؤں کا معائنہ کر کے آؤ۔''

ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔ دوسرے نے تیسرے سے۔ اور تیسرے نے پھگیاڑ سے:

''تم خود کیوں نہیں جا کر دیکھتے۔''

''کیا تم لوگوں کو اس بات کا ذرہ بھی کھٹکا نہیں کہ میں بھاگ سکتا ہوں؟''

''بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ بھاگ ہی جاؤ۔''

ان میں سے کوئی بولا۔ پھگیاڑ نے کہا:

''کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ مخبروں نے آرمی اور پولیس کو اس بات کی خبر نہیں دی ہوگی کہ میں اتنے دنوں سے تم لوگوں کی حراست میں ہوں؟''

''دی بھی ہوگی تو؟''

کسی نے پوچھا۔ پھگیاڑ بولا:

''تو مجھے وہ لوگ اٹھائیں گے۔ اور تم لوگوں کے بارے میں پوچھیں گے۔ چونکہ جو میں سچ سچ بتاؤں گا اس پر انہیں اعتبار نہ آئے گا اس لیے سختی سے پیش آئیں گے۔''

''مگر سختی تو یہاں بھی ہو سکتی ہے۔''

ایک نے کہا۔ پھگیاڑ بولا:

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''یہاں کوئی نہ کوئی اعتبار کرنے والا ضرور ہوگا۔''

وہ سب گاؤں کی طرف بڑھنے لگے۔ آگے جا کر ایک پتلی سی ندی سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی بہہ رہی تھی۔ سب نے منہ دھویا اور خوب پانی پیا۔ ندی کو لانگ کر پار کرنے کے بعد وہ ایک پگڈنڈی سے گزرنے لگے۔ تبھی انہیں دور سے ایک درد ناک آواز سنائی دی۔ کوئی عورت جدائی کا غمناک گیت گا رہی تھی:

''تُو تو ہل کا پھل بنانے گھر سے نکلا تھا
کیا آہنگر کی بیٹی نے
بنگالی جادو کر کے بس میں کیا
یا فولاد دکھا کر ڈرایا دھمکایا
اور پھنکنی پر بٹھایا
تُو تو فصل کے بیج لانے کو بازار گیا تھا
کیا کلوال کی بہن نے تجھ کو کچھ پلایا
یا اپنا مکان دکھا کر پھنسایا
اور وصولی پر لگایا
تو تو میری دوائی لینے گیا تھا
کیا کمپاؤنڈر نے تجھے
بے ہوشی کا انجکشن لگایا
اور ترا سب کچھ چرایا
تو تو درزی سے شادی کا جوڑا لینے گیا تھا
کیا اس نے تکرار پر مقراض دکھائی
اور کفن تھمایا۔''

آواز دور ہونے لگی۔

''اللہ! کتنا دردناک گیت تھا۔''

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کوئی بولا۔ پھگیاڑ نے کہا:

"پگلی ہے۔ اس کا بیٹا شہر میں گولی کا شکار ہوا ہوگا۔"

وہ گاؤں کے قریب پہنچے۔ اتنے قریب کہ انہیں مسجد کی طرف جانے والے نمازی گلیوں میں نظر آنے لگے۔ اور انہیں نان بائی کی دکان سے اٹھتا ہوا دھواں بھی نظر آنے لگا۔ اور تھڑوں کے نیچے سوئے ہوئے کتے بھی نظر آئے۔

وہ ایک سنسان گلی سے گزرنے لگے۔ بجلی کے کھمبوں سے لٹکتے ہوئے لیمپوں سے زرد روشنی آ رہی تھی۔ کتنے پروانے ان زرد لیمپوں کا طواف کر رہے تھے۔ کبھی کبھی کوئی چمگادڑ لمبا غوطہ لگاتا ہوا دور چھتوں کے پیچھے غائب ہو جاتا۔ نالیوں سے بدبو کے بھبھکے اڑ رہے تھے۔ گلی میں ایک تانگہ آسمان کی طرف بم کیے کھڑا تھا۔ پاس ہی ایک ہل پڑا ہوا تھا۔ صحنوں سے گوبر کی بدبو آ رہی تھی۔ کسی مکان کی دیوار ہی نہ تھی تو کسی کی گر گئی تھی۔ کسی مکان سے کھانسنے کی آواز آ رہی تھی تو کسی سے کھنکارنے کی۔ کہیں کوئی نیند میں بڑبڑا رہا تھا تو کہیں کسی بچّے نے روتے روتے آسمان سر پر اٹھایا تھا۔ وہ گزرتے رہے اور دیکھتے رہے کہ کتے گہری نیند سوئے ہوئے ہیں۔ ایک کتا ان کی آہٹ پا کر جاگ گیا۔ اس نے کان پھٹپھٹائے اور ایک طرف کو ہولیا۔ اچانک ایک دروازے سے کوئی شخص نکلا۔ اس نے سلام کیا۔ جب سلام کا جواب سنا تو بولا:

"رات کو آتے تو یا تو پکڑے جاتے یا پھر مارے جاتے۔ مخبروں نے آرمی کو خبر دی تھی۔ ادھر بھی معلوم ہوا تھا کہ چھاپا پڑنے والا ہے۔ اس لیے ہائیڈ آؤٹ تبدیل ہو گیا۔ میرے پیچھے پیچھے آؤ۔"

ان میں سے ایک نے پوچھا:

"اے اجنبی! ہم تمہاری بات پر کیسے یقین کریں؟"

اجنبی بولا:

"قلندر خان عرف اجمیری عرف پھگیاڑ کرے گا۔"

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

پھگیاڑ نے پوچھا:

''کون سا گاؤں؟''۔

''جمیل گڑھ''

سب اجنبی کے پیچھے ہو لیے۔

***

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اے فاختہ پر مرثیہ کہنے والے!

پھگیاڑ کی آنکھوں پر پٹّی بندھی تھی۔ کمرے میں گہری خاموشی تھی مگر وہ سرسراہٹ سے محسوس کر سکتا تھا کہ کئی لوگ موجود ہیں البتہ کلام کیوں نہیں کرتے اس پر اسے تعجب تھا۔ تبھی دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔ دروازے کی چرمراہٹ سے پھگیاڑ کو اندازہ ہوا کہ اس کی چولیں ڈھیلی پڑی ہیں اور یہ کہ مکان بہت پرانا ہے۔ کوئی کمرے میں داخل ہوا۔ لگ بھگ سرگوشیوں میں سلام دعا ہوئی۔ پھگیاڑ سمجھ گیا کہ ڈسٹرک کمانڈر آ گیا ہے۔ ڈسٹرک کمانڈر نے گلا کھنکار کر کہا:

''اے فاختہ پر مرثیہ کہنے والے! اے صبحوں کے گیت کار! کچھ اپنے وطن کے بارے میں ہم سے کہو۔''

کچھ دیر پھگیاڑ خاموش رہا۔ پھر کسی نے اسے ٹھوکا دیا۔ وہ بولا:

''ہمایوں خان کا بیٹا کیا سننا چاہتا ہے؟''

یہ سن کر ڈسٹرک کمانڈر وسیم خان عرف میجر اعجاز الحق کے پورے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ پھگیاڑ نے اسے ایک دفعہ دیکھا تھا جب وہ رجب کے ساتھ ان کے گھر بقر عید پر قربانی کے بھیڑ لے کر گیا تھا۔ وسیم کو وہ سارا منظر یاد آیا۔ اس نے اسی وقت محسوس کیا تھا کہ پھگیاڑ کی آنکھوں میں بھلا کا تجسس ہے۔ وسیم خان نے پوچھا:

''مجھے کیسے پہچان لیا؟''

پھگیاڑ مسکرایا۔ بولا:

''خشخاش والی نمکین چائے کی تیسری پیالی آپ نے ہی میرے لئے سماوار

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

سے انڈیلی تھی۔آپ کا نوکر بھیڑوں کا پلید دفنا رہا تھا۔ ہمایوں خاں صاحب نے مجھے سو روپے عیدی دیے تھے۔آپ نے پچاس۔''

''غضب کی یاداشت ہے تمہاری۔''

وسیم خان نے متعجب ہو کر کہا۔ کوئی بولا:

''حضرات! اس کا اندازہ سو فیصد درست ہوتا ہے۔ دور سے کسی کی درد بھری آواز میں پکارنے والے کے بارے میں کہتا کہ وہ کسے پکارتا ہے۔ گھٹنے اور کہنی کا زخم دیکھ کر بتاتا ہے کہ کتنے دن گھٹنوں اور کہنیوں کے بل آدمی نے رینگ رینگ کر عسکری تربیت حاصل کی ہے۔ایک کوس دور سے گولی چلتی ہے تو بتاتا ہے کہ ہم میں سے کسی نے فائر کیا ہے یا آرمی کی بندوق سے گولی چلی ہے۔ راستے اس کی آنکھوں کے سامنے ایسے ہی ہیں جیسے ہماری ہتھیلی کی لکیریں۔ راستوں کا خاکہ یوں کھینچتا ہے جیسے ان پر رواں ہو۔ آنکھوں سے دل کی نیت بھانپ لیتا ہے۔ کشمیر کا عمر مختار ہے یہ بندہ۔''

یہ کہتے کہتے راوی کا سانس پھول گیا۔ وسیم نے پوچھا:

''محمد قلندر خان! پچھلی بار کب گھر گیے تھے؟''

''دو سال پہلے۔ مارچ کی دوسری تاریخ کو گیا تھا۔ دسویں کو واپس آیا۔''

پہگیاڑ نے جواب دیا۔

'' اپنے گاؤں کو بھول تو نہیں جاتے ہو؟''

وسیم نے پوچھا۔ پہگیاڑ کچھ دیر خیالوں میں گم ہو گیا۔ پھر وہ کہنے لگا:

''ندیوں کے اوپر بید کے سائے کی سرسراہٹ مجھ سے باتیں کرتی ہے۔ شام کی خاموش وادی سے کھنکتی سرگوشیاں مجھے پکارتی ہیں۔ سرد نیلے آسمان پر مرغابی کے پروں کی طرح پھیلے ہوئے بادل مجھے اپنے پاس بلاتے ہیں۔ دور سبز چراگاہوں میں بکریوں کے گلے میں گھنٹیوں کا ترنم مجھے لوری دے رہا ہے۔ گھاٹی کی طرف جھکے ہوئے پیڑوں کو چھو کر گرتے ہوئے آبشار کی قلقل میری روح کے سوئے ہوئے نغموں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کو جگا رہی ہے۔ اخروٹ کی چھال سے رگڑے ہوئے جگر جگر کرتے دانت اور مسوڑوں اور ہونٹوں کی سرخی مجھے خود میں گھولنا چاہتی ہے۔ چیڑ کے کھوکھلے تنے سے بہنے والی ٹھنڈے پانی کی دھار مجھے اس چشمے کے گیت سناتی ہے جو جگ والوں کی آنکھوں سے چھپ کر مٹّی کی کوکھ میں انگڑائی لیتا ہے۔ پھر یہ پانی اپنے ساتھ انسان کے دکھی احساس کو بہا کر دور کسی ندی میں دفنا تا ہے۔''

وہ رو رہا تھا۔ حاظرین کی آنکھیں بھی نم ہو گئیں پہگیاڑ ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا:

''سائیں! مجھے اپنے گھر جانے دیجیے۔ میں اس شہر میں کہیں کھو گیا تو میری مائی مجھے کہاں کہاں ڈھونڈے گی۔''

وسیم خان نے پوچھا:

''قلندر کچھ اپنے معمولات کے بارے میں ہمیں بتاؤ۔''

پہگیاڑ نے بائیں طرف گردن موڑ کر کہا:

''یہ بیٹھے ہیں میرے مالک ان سے پوچھ لیجیے۔''

سب حیرت زدہ ہو گیے۔ وسیم نے پوچھا:

''کیسے جان لیا رجب صاحب بیٹھے ہیں؟''

''جو عطر یہ ملتے ہیں وہ ان کے برادر مدینہ منورہ سے بھیجتے ہیں۔''

پہگیاڑ نے کہا۔ وسیم نے پوچھا:

''دن کے معمولات؟''

''کیوں جمال نے نہیں کہا؟''

پہگیاڑ نے کہا۔ وسیم نے پوچھا:

''کون جمال؟''

پہگیاڑ بولا:

''یہ جسے آپ لوگ پوچھ تاچھ کے لیے اٹھا لائے ہیں۔''

''اللہ!''

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

وسیم کے ہوش اڑ گیے:

''کیسے جان گیے کہ جمال یہاں ہے؟''

''سائیں! اس کے جسم سے اس کی ماں کی خوشبو آتی ہے۔ میں ایک بار اس کے گھر گیا تھا۔ پورا گھر اس معذور مائی کی خوشبو سے مہک رہا ہے۔ سائیں اس کے بغیر اس کی ماں کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں۔ یہ خوش بخت روز اپنی ماں کو نہلا کر ان کے بالوں میں چنبیلی کا تیل لگاتا ہے۔ مائی کی بیل بوٹے دار اوڑھنی دیکھ کر لگتا ہے جیسے تتلیاں ابھی آ کر اس پر بیٹھیں گی۔''

یہ سن کر جمال کے منہ سے چیخ نکلی۔ اس نے اٹھ کر پھگیاڑ کو گلے لگایا:

''جمال! اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ۔''

ائیریا کمانڈر نے جمال کو ڈانٹا۔

رجب اور جمال سے تو پہلے ہی تفتیش ہو گئی تھی۔ پھر بھی آمنے سامنے بٹھا کر مزید پوچھ تاچھ ہوئی۔ جب اچھی طرح تسلّی ہوگئی تو وسیم خان نے کسی سے کہا:

''پٹّی کھول دو۔''

پٹّی کھل گئی تو پھگیاڑ اتنے سارے عساکر اور ہتھیار دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ وسیم نے کسی لڑکے سے کہا:

''جا کر خشخاش والی چائے کا بولو۔''

پھر وہ پھگیاڑ سے مخاطب ہوا:

''مجھے جب سے تم ہمارے پاس ہو سب واقعات تسلسل کے ساتھ بتاؤ۔''

پھگیاڑ نے ایک ایک واقعہ بیان کیا۔ وسیم نے پوچھا:

''کوئی واقعہ رہ تو نہیں گیا۔ میرا مطلب ہے کسی قصّے کو پردے میں تو نہیں رکھا؟''

پھگیاڑ سمجھ گیا کہ وسیم شگفتہ والے قصّے کی بابت پوچھ رہا ہے۔ بولا:

''بے شک اللہ ستار العیوب ہے۔''

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

وسیم سمجھ گیا کہ پہگیاڑ اس بابت کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ مسکرا کر پوچھا:
''نقشہ بنانا کہاں سے سیکھا ہے؟''
پہگیاڑ نے جواب میں کہا:
''پہاڑی ہوں اس لئے بھٹکنے کے خوف سے بچپن سے ہی راستوں اور مقامات کو ذہن میں اتار کر ان کا خاکہ بنانے کا شوق ہے۔ پہاڑ میں اکثر لوگ گم ہو جاتے ہیں مگر وہ جو راستوں کو یاد رکھتے ہیں سلامت گھر لوٹ کر آ جاتے ہیں۔''
وسیم نے پوچھا:
''اس شہر کا خاکہ بنا سکتے ہو؟''
''کئی برسوں سے اس شہر میں گھومتا رہا ہوں۔ جہاں جہاں سے گزرا ہوں وہاں کا خاکہ آنکھیں بند کر کے بنا سکتا ہوں۔''
وسیم نے اشارے سے کسی کو کہا۔ اس نے کاغذ اور پنسل پہگیاڑ کے سامنے رکھے۔ وسیم نے کاغذ اور قلم کی طرف اشارہ کر کے کہا:
''بنا کر دکھاؤ۔''
پہگیاڑ نے خاکہ بنا کر وسیم کے سامنے رکھا۔ اس نے کاغذ چاروں طرف گھما کر دیکھا۔ پھر بولا:
''اس میں یہ دکھاؤ کہ ملٹری کیمپ کہاں کہاں پر ہیں۔''
پہگیاڑ نے کاغذ لے کر ان جگہوں پر گول نشان لگا دیے جہاں ملٹری کیمپ تھے۔ وسیم نے دیکھا تو کاغذ کھڑکی کے طاق پر رکھ کر کہا:
''ایئریا کمانڈر کو چھوڑ کر سب دوسرے کمرے میں جاؤ۔ اور چائے کا کیا ہوا۔ چائے بن رہی یا اونٹ کے پایوں کا شوربا؟''
سب لوگ دوسرے کمرے میں چلے گیے۔ ایک آدمی چائے کا سماوار لے کر آیا۔ چائے پیالیوں میں انڈیلی اور بید کی ٹوکری کا ڈھکن اٹھایا۔ وسیم پہگیاڑ کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ بولا:

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''معلوم ہوتا تو میں شیرمال کا بندوبست کرتا۔ چلو آج چاول کی روٹیوں پر ہی گزارہ کرو۔''

پھگیاڑ نے کہا:

''آپ کے گھر کے شیرمال بھی پھر نصیب ہوں گے۔ مگر سائیں! یہ جو آپ نے آج کہا اس کا مطلب سمجھ میں نہ آیا۔ کیا مجھے کل بھی؟''

وسیم خاموش رہا۔ جب سب چائے پی چکے اور جو آدمی چائے لے کر آیا تھا کمرے سے باہر چلا گیا تو وسیم نے پھگیاڑ سے پوچھا:

''قلندر خان! انکاونٹر کے بارے میں کچھ بتاؤ۔''

پھگیاڑ نے ائیریا کمانڈر کی طرف کن انکھیوں سے دیکھا۔ بولا:

''سائیں! اگر فوجی پہلے سے ہی گھات لگا کر بیٹھے تھے تو ممکن ہے کسی نے لڑکوں کی نقل وحرکت کے بارے میں مخبری کی ہو۔ اور اگر اتفاق سے ملٹری گاڑی گزر گئی اور لڑکے ہڑبڑا کر بھاگ گیے تو اس معاملے میں مخبری کا کوئی امکان نہیں۔''

''تم نے کیا مشورہ دیا تھا؟''

وسیم نے پوچھا۔ پھگیاڑ بولا::

''کچھ نہیں۔''

اس نے ائیریا کمانڈر کو صاف بچایا۔ پھگیاڑ کو یقین ہو گیا کہ اس کی دلیل سے ڈسٹرک کمانڈر قائل ہو گیا۔ مگر اس کی مشکل ائیریا کمانڈر تھا۔ کچھ دیر بعد وسیم نے پھگیاڑ کو اپنے پاس بلا کر خاکے میں ایک کیمپ کی طرف اشارہ کر کے کہا:

''یہاں ایکشن کرنی ہے۔ پلان بتاؤ۔''

پھگیاڑ نے کاغذ ایک طرف رکھ کر کہا:

''سائیں! مجھے ان جھمیلوں میں مت ڈالیں۔ میں غریب ماں کا اکلوتا بیٹا ہوں۔ مجھ پر رحم کریں۔''

وسیم نے کہا:

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''وہ جو کچھ دن پہلے شہید ہوئے ان میں دو ماں باپ کے اکلوتے تھے۔اور ہم کون سا تم کو کلاشنکوف کندھے پر اٹھا کر ایکشن میں شریک ہونے کو کہتے ہیں۔''

پہگیاڑ نے ہاتھ جوڑے:

''سائیں! بات باہر جائے گی تو میری چمڑی اتار دیں گے۔''

''کیسے بات باہر جائے گی۔کون مخبری کرے گا۔''

''مخبر باہر سے نہیں آتے سائیں۔اندر سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔''

وسیم نے بگڑ کر کہا:

''وہ سب ہم دیکھیں گے۔تم سے جو کہا ہے وہ کرو۔''

پہگیاڑ نے کاغذ اٹھا کر کچھ دیر غور کیا۔پھر بولا:

''اس کیمپ پر حملہ کرنا ناممکن ہے۔''

''وہ کیوں؟''

ائیریا کمانڈر نے غصّے سے پوچھا۔پہگیاڑ کچھ دیر سر جھکائے چپ رہا۔پھر بولا:

''تین سال کا بچّہ اگر کھلونے کی ضد کرے تو اسے ماں کہانی سنا کر سلاتی ہے۔بیس سال کے نوجوان نے آزادی کی ضد کی تو اس کے ہاتھ میں کلاشنکوف تھما دیا گیا جسے سرہانے رکھ کر وہ سو گیا۔''

''کیوں کا جواب دو۔''

وسیم نے کہا۔پہگیاڑ نے خاکہ فرش پر پھیلا کر قلم کی نوک سے دکھانا شروع کیا:

''اس کیمپ پر اب تک کوئی حملہ نہیں ہوا۔یہ کافی دلیل ہے اس بات کی کہ اس پر حملہ کرنا ناممکن ہے۔اس کی دائیں طرف لوہاروں کی بستی ہے۔یہ کیمپ اس بستی سے سٹا ہوا ہے۔یہاں سے فائیر کرنے کے لیے کیمپ کے بالکل پاس آنا پڑے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

گا۔اس طرف والی دیوار کے اس پار دو اونچی مچانوں پر پہرہ دار مشین گن ریت کی بوریوں پر رکھ کر پاس والے مکان کی کھڑکیوں کے پردے ہلنے پر بھی چوکنا ہو جاتے ہیں۔گلی سے کوئی شخص ایسا گزرے جو اس بستی کا نہ ہو اسے روک کر کیمپ کے اندر بلاتے ہیں اور پہروں باز پرس کرتے ہیں۔کوئی مہمان رات کے لئے ٹھہر جائے تو سورج ڈوبنے سے پہلے ہی اس کا شناختی کارڈ کیمپ میں جمع کیا جاتا ہے۔مکینوں کو وارننگ دی گئی ہے کہ کراس فائیرنگ کے نتیجے میں ہونے والے نقصان کے لئے ہم ذمہ دار نہیں۔یہ کوئی دانائی کی بات نہیں کہ اس بستی کے کسی کوچے سے بنکر پر فائیر کر کے عام لوگوں کا مالی یا جانی نقصان کیا جائے۔''

پھگیاڑ نے قلم کی نوک دوسری طرف موڑ دی:

''یہ کیمپ کے آگے سڑک ہے۔اس کی دائیں طرف سیبوں کا باغ ہے۔یہاں پر ایک سوکھی ندی ہے۔اس میں پوزیشن لے کر کیمپ پر فائیر کیا جا سکتا ہے۔مگر اس ایکشن میں دشمن کے کسی جانی نقصان کا امکان نہیں۔البتہ اگر اس جگہ پر ٹک کر فائیر کیا جائے تو جگت پور کے کیمپ سے کمک ضرور آئے گی۔اس کو ایک کلومیٹر پہلے ہی یہاں پر نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔اگر اس جگہ سڑک کے قریب دھان کے کھیت میں چھپ کر گاڑیوں پر گرنیڈ پھینکیں جائیں اور اس جگہ جہاں کھیت ختم ہوتا ہے، ندی کا پشتہ ہے اس کی آڑ میں پوزیشن لے کر گولیاں داغی جا سکتی ہیں۔اس عمل سے گرنیڈ سے حملہ کرنے والوں کو کور (Cover) بھی مل جائے گا۔مگر اس میں یہ دقت ہے کہ موقعۂ واردات کے نزدیک یہ جو بستی ہے یہ کراس فائیرنگ کی زد میں آ سکتی ہے۔اس سے بچانے کے لیے اس بستی کے مکینوں کو پہلے سے ہی خبردار کرنا پڑے گا تا کہ وہ کسی محفوظ مقام پر پناہ لے سکیں۔جانی نقصان پہنچانے کا یہی ایک راستہ ہے۔''

وسیم نے یہ سب غور سے سن کر کہا:

''ایکشن پلان تو زبردست ہے مگر اس بستی کے لوگوں کو ایکشن سے پہلے خبردار کیا جائے اس بات سے میں متفق نہیں۔کیوں؟ کیوں کہ اگر کسی نے مخبری کی تو

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ایک تو ایکشن پلان چوپٹ ہو جائے گا دوسرا یہ کہ کئی عسا کر کی جان خطرے میں پڑ سکتی ہے۔"

"گرنیڈ کے دھماکوں اور گولیوں کی چٹاخ پٹاخ سے اس بستی کے واسی ڈر کر بھاگنا شروع کریں گے۔ کئی لوگ گولیوں کی زد میں آسکتے ہیں۔"

پھگیاڑ نے قلم ائیر یا کمانڈر کی طرف پھینک کر کہا۔ ائیر یا کمانڈر غصّے میں بولا:

"قربانیوں سے ہی عظیم مقاصد پورے ہو جاتے ہیں۔ اگر اس بستی کے کچھ لوگ مارے بھی گئے تو یہ خبر دنیا بھر میں پھیل جائے گی اور انسانی حقوق کی تنظیمیں اس پر ہاہا کار مچائیں گی۔ دنیا بھر کا میڈیا اسے شہ سرخی بنائے گا۔"

"میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی____"

پھگیاڑ نے دیوار سے ٹیک لگا کر کہا:

"یعنی سرحد پار والے آپ سے چاہتے کیا ہیں؟ چائینز گرنیڈوں اور لینڈ مائینز کے دھماکوں اور کلاشنکوفوں کی گولیوں کی دھائیں دھائیں سے دشمن کو ڈرا کر کشمیر چھوڑنے پر مجبور کرنا یا پھر کشمیریوں کے قتل عام کی خبریں پیدا کرنا۔ کیا انہیں اس بات کا علم نہیں کہ بھارت ایک بڑی فوجی قوت کا مالک ہے۔ اور اس کی فوج کو اس طرح کے آپریشنز کو انجام دینے کا تجربہ ہے۔ رہی بات کشمیریوں کے قتل عام پر ہمدردی حاصل کرنے کی تو اس حق سے ہم اسی وقت محروم ہو گیے تھے جب ہم نے کشمیری پنڈتوں کو وطن چھوڑنے پر مجبور کیا تھا۔ وہ جن کیمپوں میں کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں ان کی دردناک تصویریں اخباروں کے پہلے پنوں پر چھپنے والی کشمیریوں کے قتل عام کی تصویروں پر بھاری پڑتی ہیں۔"

یہ بات یا تو کوئی پاگل کہہ سکتا یا پھر وہ جسے اپنی جان کے جانے کا کوئی ڈر نہیں۔ ائیر یا کمانڈر غصّے سے لال پیلا ہو گیا۔ اس نے پستول پھگیاڑ پر تان کر کہا:

"او پہاڑی ریچھ! تجھے معلوم نہیں کہ پنڈتوں کی طرف داری کرنے والوں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اور جہاد کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنے والوں کا انجام دردناک ہوتا ہے؟''

پھگیاڑ چلا کر بولا:

''اور معصوم لوگوں کے قتل عام کے لیے حالات پیدا کرنے والوں کا انجام بھی دردناک ہوتا ہے۔''

پھگیاڑ بھول گیا مخاطب کے ہاتھ میں بندوق دیکھ کر دو چیزوں میں سے ایک کو ہی چنا جاسکتا ہے، موت یا خاموشی۔ اس نے یہ کہہ کر گویا دھماکا کر دیا۔ ائیریا کمانڈر نے پستول کاک کرلی اور پھگیاڑ پر فائیر کر دیا۔ پھگیاڑ کی قسمت اچھی تھی کہ عین موقعے پر وسیم نے پستول کی نال کارخ دوسری طرف کر دیا۔ گولی دیوار میں جا کر پیوست ہوگئی۔ دھماکے سے سب گھبرا کر کمرے میں داخل ہوگیے۔

کچھ دیر موت جیسی خاموشی چھا گئی۔ وسیم نے اپنے محافظوں سے کہا:

''جانے کی تیاری کرو۔''

اس نے رجب جو سے مخاطب ہو کر کہا:

''رجب صاحب! قلندر خان امانت کے طور پر میرے ساتھ رہے گا۔''

ائیریا کمانڈر سمجھ گیا کہ ڈسٹرک کمانڈر نے پھگیاڑ کو جنگی حکمت عملی کا مشیر بنا دیا۔ اور اس کا اندازہ صحیح نکلا۔ کچھ ہی دنوں میں محمد قلندر خان ''پھگیاڑ'' سے کمانڈر قلندر خان اجمیری بن گیا۔ یہ خبر سن کر شگفتہ خوشی سے پھولے نہ سمائی۔ اس نے شام کو حضرت پیر نذرالدین شاہ کی درگاہ پر چراغاں کیا اور اپنے اجمیری کی سلامتی کے لئے منت کا دھاگا باندھا۔ شمیم بی بی نے جہلم کی طرف کھلنے والی کھڑکی سے اپنی اوڑھنی پسار کر خدا کا شکر ادا کیا کہ اجمیری کی جان ہی نہیں بچ گئی بلکہ اسے ترقی بھی مل گئی۔ تبھی اس کی نظر دوسرے کنارے پر پڑی۔ دیکھا کہ لوگ امنڈ آرہے ہیں۔ کچھ بیبیاں سینہ اپنا کوٹ کوٹ کر ماتم کر رہی ہیں۔ گلی سے گزرتے ہوئے ایک ہمسایہ سے معاملے کی نسبت پوچھا۔ معلوم ہوا کہ کسی کی لاش دریا سے نکالی جارہی ہے۔ پس جن کے اپنے عزیز غائب تھے ان کو خدشہ تھا کہ لاش ان کے ہی عزیز کی ہے۔ یہ کس قدر

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اذیت ناک صورت ہے کہ کسی ماں کالال غائب ہوجائے اور اسے معلوم ہی نہ ہو کہ وہ کیوں غائب کردیا گیا۔ اسے معلوم ہی نہ ہو کہ وہ زندہ ہے یا اسے نپٹا دیا گیا ہے۔ پولیس اسٹیشن میں لائی ہوئی نامعلوم افراد کی لاشوں کو جب مقامی لوگ دفناتے تو انہیں اس بات کا پورا احساس ہوتا کہ اب ان لاشوں کے وارثوں کو کبھی ان کا کھرکھوج نہیں ملے گا۔ وہ تمام عمر انہیں زندہ سمجھ کر ان کے سلامت آنے کی دعائیں مانگتے رہیں گے۔ اپنی زندگی کے انجام سے بے خبر ان بدنصیبوں کو مرنے کے بعد چوتھا بھی نصیب نہیں ہوا۔ یہ سوچ کر شمیم بی بی نے خوف سے جھرجھری لی۔ اس نے کھڑکی بند کی اور جس اوڑھنی کو پسار کر خدا کا شکر ادا کیا تھا اسی سے اپنے آنسو پونچھنے لگی۔

***

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

تنہائی کا گھاٹ کٹھور

آدھی رات کا سماں تھا کہ شگفتہ کے گھر کو کمانڈر محمد قلندر خان اجمیری کے محافظوں نے گھیرا۔ جب اچھی طرح سے تسلّی کی تب ان میں سے ایک نے دروازے پر دستک دی:

''کون؟''

شمیم بی بی نے گھبرا کر پوچھا:

''دروازہ کھول دو۔''

چند لمحوں کے بعد دروازہ کھلا اور دو محافظ مکان میں داخل ہوئے۔ انہوں نے پورے مکان کی تلاشی لی۔ جب دیکھا کہ کوئی اجنبی موجود نہیں تب قلندر خان کو اطلاع دی۔ وہ کشتی میں بیٹھا انتظار کر رہا تھا۔ قلندر خان کو مدّت کے بعد اپنے سامنے دیکھ کر شگفتہ سے رہا نہ گیا۔ وہ قلندر سے لپٹ گئی۔ اسے خیال ہی نہ رہا کہ اس کے ماں باپ یہ سب دیکھ رہے ہیں۔ قلندر خان نے شگفتہ کی کمر تھپتھپاتے ہوئے کہا:

''لاج شرم ہے بھی یا نہیں۔''

یہ سن کر شگفتہ دور ہٹ گئی۔ وہ شرمندہ تھی کہ اس نے ماں باپ کے سامنے یہ قبیح حرکت کی۔ محافظوں نے جب ہر گلی کے نکڑ پر پوزیشن سنبھالی تب قلندر کمرے میں بیٹھ گیا۔ ابھی راز و نیاز کی باتیں شروع ہی ہوئی تھیں کہ ایک محافظ واکی ٹاکی لے کر آیا:

''کیپٹن دھرم سنگھ بات کرنا چاہتے ہیں۔''

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

محافظ نے قلندر کو واکی ٹاکی تھماتے ہوئے کہا۔قلندر نے واکی ٹاکی پکڑ کر شگفتہ کو آنکھ کے اشارے سے اٹھنے کے لئے کہا۔وہ کمرے سے نکل گئی تو قلندر بولا:

''بولیے کپتان صاحب کیسے یاد فرمایا؟''

کپٹن اور قلندر کے بیچ اکثر واکی ٹاکی پر بات ہوتی تھی۔کپٹن قلندر کو مانو اپنا دل دے چکا تھا۔اسے قلندر کے کردار نے متاثر کیا تھا۔کئی بار اس نے قلندر سے سرنڈر کرنے کی پیش کش کی تھی مگر اس نے بڑی عاجزی کے ساتھ اس پیش کش کو ٹھکرایا تھا:

''اجمیری! سن یہ لونڈیا تمہیں مروائے گی۔''

قلندر بولا:

''کپتان صاحب! آپ میری لوکیشن جانتے ہیں تو آتے کیوں نہیں۔بخدا مزا آئے گا۔ایک راجپوت دوسرے راجپوت سے لوہا لے گا تو زمانا یاد رکھے گا۔''

''میں تمہاری لوکیشن کیوں ٹریک کروں؟''

کپٹن نے ہنستے ہوئے پوچھا:

''کپتان صاحب! جب سے میرا واکی ٹاکی آن ہوا ہے آپ تب سے اسی کمرے میں ہیں جس میں سسٹم لگا ہوا ہے۔''

قلندر نے بھی ہنستے ہوئے کہا۔کپٹن نے پوچھا:

''تمہیں کیسے معلوم؟''

قلندر بولا:

''ارے سائیں! اس کمرے میں جتنے لوگ کام پر مامور ہیں میں ان کی سانسیں بھی گن لیتا ہوں۔کاغذ کی پرچیوں کی کھڑکھڑاہٹ بھی سن سکتا ہوں میں۔آپ کیا سمجھتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ آپ میری لوکیشن سے واقف ہیں۔''

''پھر اتنا جوکھم کیوں اٹھاتے ہو؟''

کپٹن نے پوچھا۔قلندر نے کہا:

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''جس وقت آپ کے کیمپ سے مجھے پکڑنے کے لیے گاڑیاں روانہ ہوں گی مجھے اسی وقت معلوم ہو جائے گا کہ میرے شکاری نکل گیے۔''

''ہوں۔''

کیپٹن بولا:

''مطلب کیمپ کے آس پاس کوئی ہے جو تمہیں ہماری نقل و حرکت کی خبر دیتا ہے۔''

قلندر نے کہا:

''خیر وہ سب چھوڑیئے بولیے کس واسطے یاد کیا؟''

کیپٹن دھرم سنگھ کمرے سے باہر آ گیا۔ وہ سیب کے ایک درخت کے نیچے کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے آدمیوں کو دور جانے کے لیے کہا۔ قلندر بولا:

''اب آپ کھلی جگہ پر ہوا خوری کرنے لگے۔''

کیپٹن یہ سن کر حیران ہوا۔ پوچھا:

''تمہیں کیسے معلوم ہوا؟''

''جھینگر بول رہے ہیں۔ دور گاؤں میں کتّے بھونک رہے ہیں۔''

کیپٹن نے حیران ہو کر کہا:

''یار تم آدمی نہیں بھوت ہو بھوت۔ اچھا ایک کام تھا تم سے۔''

قلندر نے یہ سن کر ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ پوچھا:

'' سائیں! آپ کو اور مجھ سے کام؟''

''سچ کہہ رہا ہوں یار!''

''فرمایئے۔''

کیپٹن کچھ دیر کے لیے خاموش ہوا۔ پھر سگرٹ جلا کر کہا:

''یار! الطاف تمہارے قبضے میں ہے۔ اسے چھوڑ دو۔''

''الطاف؟''

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

قلندر نے متعجب ہو کر پوچھا:

''کون الطاف؟''

کیپٹن بولا:

''اب اتنے بھی بھولے نہ بنو یار۔ میں الطاف نتھو کی بات کر رہا ہوں۔''

''اچھا وہ ــــ مگر اس پر تو مخبری کا سنگین الزام ہے۔''

کیپٹن کی منشا کسی نہ کسی طرح قلندر کو منانا تھا۔ اس کے لیے اسے خوشگوار ماحول کی ضرورت تھی۔ جاٹ تھا مگر تھا بہت چالاک۔ بات کا رخ بدل دیا:

''ارے اجمیری! یہ بتاؤ نتھو تم لوگ کسی کو چڑانے کے لیے کہتے ہو نا۔ ہوتا کیا ہے نتھو؟''

قلندر اس سے کم چالاک نہ تھا۔ پوچھا:

''بات کا رخ کیوں بدل دیا سائیں!؟''

کیپٹن کی ہنسی چھوٹی۔ بولا:

''حرامی ہو ایک دم تم تو یار۔ نہیں واقعی میں جاننا چاہتا ہوں۔''

قلندر نے کہا:

''نتھو اصل میں ناتھ کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ ناتھ کہتے ہیں شوہر کو۔ اور بھگوان کو بھی ناتھ کہتے ہیں۔ جیسے بھولے ناتھ، گورکھ ناتھ۔ سادھو وغیرہ کو بھی ناتھ کہتے ہیں۔ ہمارے پنڈت بھائی اکثر اپنے نام کے ساتھ ناتھ لگاتے ہیں۔ جیسے کمل ناتھ، بدری ناتھ، گوپی ناتھ وغیرہ۔ کیوں کہ عام طور پر کشمیری پنڈت سیدھے سادے اور شریف ہوتے ہیں اس لیے کشمیری مسلمانوں نے ہر سیدھے سادے بلکہ بے وقوف آدمی کو ناتھ کہنا شروع کیا۔ یہ ہے جی ناتھ کی ہسٹری۔ اور بتائیں۔''

کیپٹن نے بات آگے بڑھائی:

''اچھا یہ بتاؤ۔ گوپی ناتھ جی کشمیر چھوڑنے پر کسی بھی حال میں آمادہ نہیں تھے۔ تم نے کیا جادو کیا کہ ایک تیر سے دو شکار کیے۔ تمہاری یہ ادا مجھے بہت پسند

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

آئی۔ پنڈت جی سے ہم نے کئی بار منتیں کی تھیں مگر وہ کہتے تھے پہاڑ ہلے تو لیکن گوپی ناتھ نہیں ہلنے کا۔''

ہوا یوں تھا کہ قلندر کے مخبر نے خبر دی تھی کہ مخالف تنظیم کی طرف سے گوپی ناتھ کو قتل کرنے کے لیے لڑکوں کو حکم ملا ہے۔ لڑکے موقعے کی تاک میں تھے۔ یہ خبر بھی ملی تھی کہ رجب جو کا پوتا اویس سرحد پار کرنے کی فراق میں ہے۔ معاملہ بہت پیچیدہ تھا۔ قلندر جانتا تھا کہ رجب جو لاکھ سمجھائے گوپی ناتھ نے جیسے نہ سمجھنے کی قسم کھائی تھی۔ اور اگر اویس کے بارے میں افشا ہوا تو وہ گھر سے بھاگ کر انڈر گراؤنڈ ہو جائے گا۔ ان دونوں مسائل کا حل حکمت سے ہی نکالا جا سکتا تھا۔

اس دن راحت بیگم کی طبیعت بہت خراب ہو گئی تھی۔ ڈاکٹروں نے معائنے کے بعد کہا تھا کہ اگر آج کی رات بچ گئیں تو صبح اسپتال میں بھرتی کرانا لازمی ہے۔ راحت بیگم نے بولنا بند کیا تھا۔ زینب رہ رہ کر آبِ زم زم چواتی تھیں۔ دن بھر رشتہ داروں کا تانتا بندھا رہا۔ یہ خبر قلندر کو دی گئی تو اسے بہت رنج ہوا۔ اس کے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔ اس نے آدھی رات کو شہر سے دور ایک بیابان میں اپنا واکی ٹاکی آن کیا۔ اپنے کچھ محافظوں کو واکی ٹاکی دے کر کہا:

''تم لوگ شہر سے دور ہی دور چلتے رہو اور واکی ٹاکی پر دوسرے لوگوں سے وقفے وقفے سے بات کیا کرو۔''

یہ حکمتِ عملی قلندر نے فوج کو چکمہ دینے کے لیے اختیار کی۔ اپنے چند محافظوں کی معیت میں راستہ بدل کر شہر میں داخل ہوا۔ کچھ گھنٹے ہائیڈ آوٹ میں گزارے۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی وجہ سے فوج کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا اور اس کی تاک میں کئی ایجنسیاں ہیں۔ خاص کر اسے اپنی مخالف تنظیم کے لڑکوں سے ڈر تھا۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اگر وہ فوج کے ہاتھوں لگا تو تنظیم کو بہت بڑا دھچکا لگے گا۔ اس کے بعد عسکری کارروائیوں متاثر ہو جائیں گی کیونکہ جس سوجھ بوجھ سے وہ عسکری کارروائیوں کا لائحہ عمل مرتب کرتا تھا وہ اور کسی میں نہیں تھی۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

چاند ڈھل چکا تھا۔ راحت بیگم آخری سانسیں لے رہی تھیں۔ کمرے میں گھر کے سب لوگ موجود تھے۔ کچھ تکیوں کے ساتھ ٹیک لگائے اونگھ رہے تھے کچھ سو گیے تھے۔ رجب اور زینب راحت بیگم کے سرہانے قرآن شریف کی آیتیں تلاوت کر رہے تھے۔ اچانک کمرے میں قلندر خان داخل ہوا تو دونوں میاں بیوی چونک گیے۔ قلندر نے انگلی کے اشارے سے خاموش رہنے کے لیے کہا۔ اس نے راحت بیگم کے ماتھے کو چوما۔ اس کی آنکھوں میں آنسو امنڈ آئے۔ اچانک زینب نے لپک کر اسے گلے لگایا:

''میرا سوہنا بیٹا۔''

اس کی آواز سسکیوں میں ڈوب گئی:

''اتنی لمبی ڈاڑھی کا ہے کو رکھی ہے رے۔ تُو تو پہچانا بھی نہیں جاتا۔''

قلندر خان نے ان کے ماتھے کو چوما:

''نانی ——''

اس کے منہ سے دبی چیخ نکلی۔ وہ راحت بیگم کے پاؤں چومنے لگا۔ رجب جو نے اسے اٹھا کر گلے لگایا۔ پوچھا:

''تیرا ہتھیار کہاں ہے رے؟ تُو اکیلا کیسے آ گیا؟''

''میرے محافظ دو گلیاں چھوڑ کر چھپ گیے ہیں۔ میں نے ان کو ہدایت دی ہے کہ اگر مجھے پکڑنے کی کوشش ہوئی تو بنا کوئی فائر کھولے چلے جائیں۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے گھر میں انکاؤنٹر ہو۔ جان اور مال کا نقصان ہو۔''

اس نے آنکھ کے اشارے سے رجب جو کو دوسرے کمرے میں بلایا۔ رجب کے پیچھے پیچھے زینب بھی آنے لگیں تو قلندر نے اسے اشارے سے بیٹھنے کو کہا:

''کیا بات ہے؟''

رجب جو نے کمرے کا دروازہ کھولتے ہی پوچھا۔ قلندر نے دروازے پر کنڈی چڑھاتے ہوئے کہا:

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''آپ بیٹھ جائیں۔''

دونوں بیٹھ گیے تو قلندر خان نے کہا:

''وقت بہت کم ہے۔ دو دن کے اندر اگر گوپی ناتھ جی یہاں سے چلے نہیں گیے تو ان کو شوٹ کیا جائے گا۔ دو دن کے اندر اویس کو روکا نہ گیا تو وہ سرحد پار کر جائے گا۔''

یہ سن کر رجب کے پاؤں کے نیچے سے زمین سرک گئی:

''ہے اللہ! اب میں کیا کروں؟''

''سنیے میری بات غور سے سنیے۔''

قلندر نے رجب کے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر کہا:

''گوپی ناتھ سے کہیے کہ اویس سرحد پار کرنے کی فراق میں ہے۔ اسے صرف تم بچا سکتے ہو۔ جذباتی بندہ ہے۔ اویس سے بہت پیار کرتا ہے۔ فوراً مان جائے گا۔ ان سے کہیے کہ کچھ عرصہ کے لیے اویس کو فرید آباد لے جائیں۔ جب وہ مان جائیں گے تب ان کو گھر لے آئیں۔ مگر اس سے پہلے بڑے بھیا اور چھوٹے بھیا کو کسی بہانے سے شہر کے باہر بھیجیں۔ خود اپنا پاؤں زخمی کریں۔ اویس سے کہہ دیجیے کہ گوپی ناتھ کی جان کو خطرہ ہے۔ انہیں جلد سے جلد کشمیر سے باہر لے جانا ہے۔ کار چلانے والا اس کے سوا کوئی اور گھر میں موجود نہیں ہوگا۔ اس لیے وہ مجبور ہو کر نکلنے کے لیے تیار ہوگا۔ ان کے پیچھے آپ چلے جایئے اور فرید آباد کے کسی کالج میں اویس کا ایڈمیشن کرایئے۔''

یہ سب سن کر رجب کے ہوش اڑ گیے۔ سوچنے لگا کہ ایک پہاڑی گڑریا اس قدر حکمت کیسے جانتا ہے۔ کون سے سکول، کون سے کالج اور کون سی یونیورسٹی میں اس نے یہ دانائی سیکھی ہے:

''بیٹا مجھے معاف کرنا۔ میں نے ہمیشہ تمہارے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کیا۔ کاش تمہیں دل سے بیٹا مانا ہوتا اور تم سے مشورہ کیا ہوتا۔ مجھے معاف کرنا۔''

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

رجب ہاتھ جوڑے رو رہا تھا۔ قلندر نے اس کے ہاتھوں کو چوما۔ تبھی کسی نے دروازے پر دستک دی۔ رجب گھبرا گیا۔ قلندر نے دروازہ کھولا۔ چوکھٹ پر زینب تھیں:

''اماں کو ہوش آ گیا۔''

تینوں راحت بیگم کے سرہانے بیٹھے۔ راحت بیگم بڑبڑانے لگیں:

''مہتاب بیگم! شام ہو رہی ہے۔ اکیلی کیسے جاؤ گی۔ پل پر پہرہ چوکی ہے۔ سوال جواب کیا تو؟ میں تو کہتی ہوں آج کی رات یہیں رک جاؤ۔ اور کیا بھروسا کہ راستے میں گولی باری ہو۔ پھر کہاں جاؤ گی سر چھپانے۔ گولیاں نام پتہ تھوڑی پوچھتی ہیں۔ بس ٹھائیں سے بندوق سے نکل کر لگ جاتی ہیں۔''

راحت بیگم یہ کہہ زبان بار بار باہر نکالنے لگیں:

''کوئی مجھے پانی پلاؤ۔''

قلندر انہیں آب زم زم چوانے لگا۔ وہ پھر سے بڑبڑانے لگیں:

''کون ہو تم؟ ارے برا ہو میری یادداشت کا۔ بجلی کی طرح کوند کر کہیں کسی بادل میں چھپ جاتی ہے۔ مہتاب بیگم! اللہ غارت کرے اسے جس نے بندوق بنائی اور بندوق کے لیے گولی۔ کہتے ہیں گولی جہاں لگتی ہے وہاں چھوٹا سا چھید کرتی ہے۔ مگر جہاں سے نکلتی ہے وہاں درّہ بناتی ہے۔ مہتاب بیگم! وہ زمانا یاد ہے جب قصائی آہنگر سے بغدوں کی دھار بنا کر انہیں کپڑے میں لپیٹ کر لے جاتا تھا۔ کانگڑی میں بھوننے کے لیے رکھا ہوا انڈہ جب پھٹ جاتا تو دھماکے کے صدمے سے جان لرزتی۔ تمنک کا پوست ڈھیلا پڑتا تو کانگڑی کے دہانے پر رکھ کر گرماتے۔ پھر تنک تنک انگلیاں جو تھرکنے لگتیں تو آسمان تک گمک جاتی۔ کیا سماں بندھتا۔ جان بیگم آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ مبارک میں گیت گاتی تو آدھی رات کو نور کا دھندلکا پھیلنے لگتا۔ کہتے ہیں اب مہندی رات میں دھیمے سُروں میں دو ایک گیت گائے جاتے ہیں۔ وہ بھی جدائی کے۔ بارات دن کو ہی جاتی اور آتی ہے۔ فائرنگ اور پوچھ تاچھ کے ڈر سے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

آشپازوں نے دیگوں دیگچوں کو تلادے کر انہیں اوندھے منہ رکھا ہے۔ شریف الدین کی بیٹی کی سگائی تھی ـــــ ہائے بن ماں باپ کی لڑکی کے مزدور بھائی سے بھی مٹھائی کے نام پر پانچ ہزار کا چندہ مانگا۔ بندوق کی نوک اس قدر سفاک ـــــ اور ڈراونی ہوتی ہے۔ کہتے ہیں بندوق کی نوک نے رگڑ رگڑ کر قلم کی نوک کو کند کیا ہے۔ اب قلم کی آنکھ سے سیاہی کے بجائے آنسو نکل رہے ہیں۔ توبہ توبہ۔''

وہ ٹٹول کر اوڑھنی ڈھونڈنے لگیں۔ زینب نے ان کے سرہانے کے نیچے دبی اوڑھنی کو کھینچ کر نکالا:

''لو اماں۔''

راحت بیگم نے پلکیں پٹپٹا کر پوچھا:

''تم کون ہو بی بی؟''

''زینب ہوں میں۔ تمہاری بیٹی۔''

''اچھا۔''

راحت بیگم نے سر کھجاتے ہوئے کہا:

''زینب ہو تم؟ مگر تمہاری شادی تو ہم نے کیا نام اس کا ـــــ ہاں رجب جو سے کی تھی۔''

راحت بیگم اوڑھنی سر پر رکھ کر بولیں:

''قادر چچا نے جمیلہ کی شادی میں کوئی کور کسر نہ چھوڑی۔ بالشت برابر تھی میں مگر اچھی طرح یاد ہے۔ ہلکا گلابی جاڑا تھا۔ میں نے فلالین کا پھیرن پہنا تھا۔ رنگ شاید نارنجی تھا اور سنجاف سرخ۔ اماں نے زبیدہ موسی سے قنادیز کا تلے دار پھیرن مانگ کر پہنا تھا۔

بس کہاں تک جاتی تھی یہ یاد نہیں البتہ اتنا یاد ہے کہ جہاں تک بس جاتی تھی وہاں سے ہم لوگ تانگے پر سوار ہوئے۔ کوئی دو کوس کا سفر تھا۔ کچی سڑک کے دونوں طرف دھان کے کھیت تھے۔ کسی کھیت میں کچھ آدمی تختے پر دھان کے پولے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

پیٹ رہے تھے۔ کچھ عورتیں دھان پچھوڑ رہی تھیں۔ دور کسی کھیت میں کچھ بھیڑ سستا رہے تھے۔ کچھ مینڈھوں سے گھاس چر رہے تھے تو کچھ جھنڈیوں سے۔ چرواہا اپنے ساتھی کے ساتھ بیٹھا گھانسے میں نیچے کی منہنال دبائے تمباکو پی رہا تھا۔ سامنے کانگڑی سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ ایک کھیت میں اب بھی بجھ گاہ کھڑا تھا۔ بیچارے کا کپڑا جھر جھر ہو کر ہوا میں لہرا رہا تھا۔ ہانڈی ٹوٹ کر ایک طرف جھکی ہوئی تھی۔ اچانک شوکت بم چک مچانے لگا۔ بابا نے کہنی مار مار کر بہتیرا چپ کرانا چاہا مگر بے سود۔ بابا کا تاؤ اللہ بچائے۔ اماں سمجھ گئیں۔ تانگے والے سے رکنے کو کہا:

"بھیا ذرا روک لو۔ بچّے کو حاجت ہوگئی۔"

تانگہ رک گیا تو گھوڑے نے پھریری لے کر ہونٹ پھڑ پھڑائے۔ میں ڈر کے مارے نیچے اتر گئی۔ اماں شوکت کو سبزیوں کے کھیت میں لے کر گئیں جس کے ارد گرد جھاڑیوں کی باڑ تھی۔ میں نے قریب جا کر دیکھا۔ جھاڑیوں میں اب بھی راجماش، موٹھ اور مونگ کی سوکھی بیلیں لٹک رہی تھیں۔ کہیں کہیں بیلوں پر پیپڑے سوکھ کر کھانگڑ بن گیے تھے۔ میں نے ایک کو چھوا تو دانے گجگجانے لگے۔

اب میں تانگے کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ دیکھا کہ ہمارے پیچھے ایک قافلہ پیدل چلا آ رہا ہے۔ مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے بزرگ سب کچھ نہ کچھ بوجھ اٹھائے چل رہے تھے۔ کسی مرد کے شانوں پر پشتارہ تھا تو کسی نے بچے کو اٹھا رکھا تھا۔ افغانی برقعوں میں مستورات ہاتھوں میں اوڑھنیوں سے ڈھکی تام چینی کی چنگیریاں لے کر مردوں کے پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔ دور سے پتہ چلتا تھا کہ کس کے سر پر قصابہ ہے۔ ہائے وہ زمانہ کیا ہوا جب برقعے سے باہر نکلا ہوا ہاتھ دیکھ کر مرد سمجھتا تھا کہ برقعہ پوش ماں ہے، بہن ہے یا بیٹی۔ چنگیریوں میں کیا ہوتا تھا؟ تمہیں کہاں معلوم۔ کسی میں شیرینی، کسی میں مٹھائی، کسی میں کلچے، کسی میں شیر مال تو کسی میں مصری کوزہ۔ شادی بیاہ پر ڈالی ایسی ہی دی جاتی تھی۔ مدد کے لیے کوئی چاول تو کوئی بھیڑ بکری لاتا۔ نقدی کا رواج کم تھا۔ پیسہ ہوتا ہی کس کے پاس تھا۔ دکانداروں سے جنس کے بدلے جنس

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

لیتے تھے۔ جا کڑ کا البتہ رواج نہ تھا۔ سو لوگوں کی جگہ دو سو کا پکوان تیار ہوتا کس واسطے کہ عورتیں بچوں کو ساتھ لے کر آتی تھیں۔ کوئی کوئی رشتہ دار لہاڑ ہوتا۔ لین دین کا کچا۔ مگر کیا مجال ہے کہ کوئی شکوہ شکایت یا غیبت کرتا۔ جو اللہ نے نعمت عطا کی اس پر تھوڑا ہی کسی کا اجارہ ہے۔

بچوں پر یاد آیا۔ جب دولہا آیا تو مستورات مٹھیاں بھر بھر کر شیرینی، مونگ پھلیاں اور مٹھائیاں نچھاور کرنے لگیں۔ بچوں نے شیرینی اور مٹھائیاں اٹھانے کے لیے دھاوا بول دیا۔ باراتیوں کے بیچ گھٹنوں کے بل گھس کر یوں لپک لپک کر ہاتھ مارنے لگے کہ بیچارے باراتیوں کے پاؤں لڑکھڑانے لگے۔ ان کے پاؤں کے نیچے سے جیسے زمین کھسک رہی تھی۔ تبھی ٹیلے پر کھڑے سلطان چچا نے دانتوں کے چوکے کے رخنے سے نسوار کی پیک کی پچکاری مار کر گالی دی:

''ارے! ان حرام کے پلوں کو دور ہٹاؤ کوئی۔''

راحت بیگم دھسکنے لگیں تو زینب گھبرا گئیں۔ سانسیں ہموار ہوئی تو بولیں:

''رجب جو میرا شہزادہ ہے۔ وہ اس مونڈے کا ٹے پھگیاڑ کو ڈھونڈنے گیا ہے۔ آئے گا ضرور گھوڑے پر سوار ہو کر۔ پھگیاڑ گھوڑے کی راس پکڑ کر ساتھ ساتھ چلے گا۔''

زینب نے مسکرا کر قلندر کی طرف دیکھا۔ وہ بھی مسکرایا۔ راحت بیگم نے پوچھا:

''آئے کیوں نہیں ابھی تک؟''

''آگیے ہیں اماں۔''

''ہاں! کیا کہا؟''

''میں نے کہا دونوں آگیے ہیں۔''

زینب نے آواز اونچی کی تو سب چونک کر جاگ گیے۔ قلندر کو دیکھ کر سب کے ہوش اڑ گیے۔ اس نے اٹھ کر گڈیا کو گلے لگایا۔ منور اور اسلم سے مصافحہ کیا۔ اویس

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اس کے بغل میں بیٹھ گیا۔ وہ اس کا پہلو ٹٹولنے لگا۔ پوچھا:

''ویپن (weapon) کہاں ہے؟ دکھاؤ تو سہی۔''

رجب نے ڈانٹا:

''اس طرح کمانڈر سے بات کی جاتی ہے؟''

سب خاموش ہوگیے۔ کچھ دیر بعد قلندر گھڑی دیکھ کر اٹھا اور جانے لگا۔ رجب اس کے پیچھے پیچھے گیا۔ اس نے دروازہ کھولنا چاہا تو قلندر نے ٹوکا:

''نہیں!''

وہ سیڑھیاں چڑھنے لگا اور چھت کے نیچے ہال کی کھڑکی کھول کر بندر کی طرح اترنے لگا۔ رجب نے نیچے جھانک کر دیکھا۔ قلندر دیوار پھاند کر غائب ہوگیا:

''چھلاوا ہے یہ پہاڑی لڑکا۔''

رجب کے منہ سے نکلا۔

یہی وہ واقعہ تھا جس کا ذکر کیپٹن دھرم سنگھ نے کیا تھا۔ قلندر نے بات کا سلسلہ آگے بڑھایا:

''الطاف سے اس قدر ہمدردی کی وجہ جان سکتا ہوں؟''

کیپٹن نے کہا:

''وجہ یہ ہے کہ وہ ہمارا آدمی ہے ہی نہیں۔ بیچارا کسی اور کے جرم کی پاداش میں مارا جائے گا۔ گھر میں بوڑھے ماں باپ ہیں۔ الطاف کے بعد ان کو سہارا دینے والا کوئی نہیں بچے گا۔''

قلندر بھی کیپٹن کے کردار سے متاثر تھا۔ کیپٹن نے کبھی کسی معصوم کو تکلیف نہیں پہنچائی تھی۔ کیپٹن میلی ٹنیٹ کو مارنے کے حق میں نہیں تھا وہ اپنی حکمت عملی سے اب تک کئی کو سرنڈر کرانے پر آمادہ کر چکا تھا۔ ان میں سے کچھ چھوٹ کر اب اپنا کام کاج کر رہے تھے۔

قلندر سوچ میں پڑ گیا کہ اگر الطاف مخبر نہیں تو پھر کون ہے۔ بولا:

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''کپتان صاحب! کوئی تو مخبر ہے۔ جو کاروائیاں آپ لوگوں نے انجام دی ہیں ہیں وہ کسی مخبری کے بغیر ممکن نہیں۔ مجھے آپ مطمئن کریں۔ تب میں الطاف کے بارے میں سوچوں گا۔''

کپٹن بولا:

''اچھا سنو! میں زیادہ اس بارے میں بول نہیں سکتا۔ اوور اینڈ آؤٹ (over and out)۔''

رابطہ منقطع ہوا تو قلندر گہری سوچ میں پڑ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ کپٹن جھوٹ نہیں بولتا۔ اس نے ایسے میلی ٹینٹوں کو بھی کوئی گزند نہیں پہنچائی جن کے جرم کی سزا صرف موت تھی۔ وہ یہی سوچ رہا تھا کہ شگفتہ کمرے میں داخل ہو گئی:

''کیوں رے! تمہیں تو پنکھ ہی لگ گیے۔ نگوڑے کچھ خیال نہ آیا کہ مجھ برہن پر کیا بیتتی ہوگی۔ مگر تم کیا جانو کہ تنہائی کیا ہوتی ہے۔''

''کیا ہوتی ہے یہ تنہائی؟''

قلندر نے شگفتہ کو کھینچ کر پہلو میں بٹھایا۔ شگفتہ رکھائی سے بولی:

''جاؤ جاؤ بے وفا۔ اب یہ دکھاوے کی لگاوٹ نہ دکھاؤ۔ مجھے رلا کر نہ ہنساؤ۔''

قلندر نے اس کا ماتھا چوما۔ بولا:

''قسم اماں کی یہ دکھاوے کی لگاوٹ نہیں۔ میں مر جاؤں اگر تمہیں بھول جاؤں۔ میں مر جاؤں اگر میرے من میں کھوٹ آجائے۔ میں مر جاؤں اگر چھل کپٹ کروں۔ میں مر جاؤں ــــــ''

شگفتہ نے اپنا ہاتھ قلندر کے منہ پر رکھا:

''مریں تمہارے دشمن۔ مریں تمہارے بدخواہ۔''

یہ کہہ کر وہ قلندر سے بیل کی طرح لپٹ گئی۔ قلندر نے اس کے کان میں پھسپھسا کر کہا:

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''یہ نہ بتایا کہ تنہائی کیا ہوتی ہے۔''

شگفتہ کی گرم سانسیں قلندر کی گردن کو چھو رہی تھیں۔ اس کے پورے بدن میں سنسنی دوڑ رہی تھی۔ اس کے سینے کو شگفتہ کے دل کی دھڑکنیں سہلا رہی تھیں:

''یہ نہ بتایا کہ تنہائی کیا ہوتی ہے۔''

قلندر نے ہانپتے ہوئے کہا۔ شگفتہ اس کے شانوں کو ہولے ہولے سہلا رہی تھی:

''تنہائی محبت کی وہ کشتی ہے جو رات کو کناروں پر جھلملاتی روشنی کے عکس میں اپنے مانجھی کو ڈھونڈتی ہے۔ جو پانی میں غوطہ لگانے والے پرندوں کی چونچ میں مچھلیاں دیکھ کر ان کے گھونسلوں میں بھوکے بچّوں کی دھڑکنیں محسوس کر کے روتی ہے۔ تنہائی پل کے نیچے وہ ہولناک بھنور ہے جس میں سوکھا پتہ چکر کھا کر ڈوبتا ہے اور جب دور کہیں اپنے ڈنٹھل کی نوک پانی سے باہر نکالتا ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے پانی کے پیٹ سے کسی خواب نے ہمکتے ہوئے جنم لیا ہو۔ تنہائی تیز ہوا کا وہ جھکڑ ہے جو چاندنی رات میں بادباں سے شبنم کے قطروں کو جھٹکتا ہے۔ تنہائی وہ واویلا ہے جو کنارے پر کھڑے غم زدہ لوگ تب مچاتے ہیں جب غوطہ خور پانی سے اس نامراد عاشق کی لاش نکالتا ہے جس نے اپنی معشوقہ کی بے وفائی پر خودکشی کی ہوتی ہے۔ تنہائی کنارے کی ریت میں دھنسی ہوئی وہ ناؤ ہے جس کے مانجھی گیے تو پھر لوٹ کر نہ آئے۔ اب تم بتاؤ کہ تنہائی کیا ہوتی ہے۔''

اس نے اپنا ہاتھ قلندر کے گریبان کے نیچے ڈالا۔ قلندر بولا:

''تنہائی بیابانوں میں سیاروں کی وہ ہوں ہوں ہے جسے سن کر ہم جیسے بھٹکے ہوئے مسافر ہول کے مارے دہل اٹھتے ہیں۔ تنہائی بارش میں پہرے پر بیٹھا وہ سپاہی ہے جو کبھی اپنے گھر والوں کو یاد کرتا ہے اور کبھی اپنے اس ساتھی کو جو کچھ دن پہلے اسی نکڑ پر اسی کے ساتھ پہرے پر بیٹھا اسی کی طرح اپنے گھر والوں کو یاد کر رہا تھا اور گلی سے ایک سنسناتی گولی آ کر اس کی کنپٹی میں لگ گئی۔ تنہائی ایکشن کرنے سے پہلے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

سرگوشی میں ایک دوسرے کا حوصلہ بڑھانے والا نعرۂ تکبیر ہے۔تنہائی کسی سپاہی کے تابوت کے آگے بجنے والے قرنے کی غمناک آواز ہے۔تنہائی ـــــــــ"

شگفتہ نے اس کے منہ پر اپنا ہاتھ رکھا:

"بس کر بس! تمہاری تنہائی میری تنہائی سے کہیں ہولناک ہے۔تم پہاڑی گیتوں کی گمک بھول گیے ہو۔اب تم مرثیہ گانے لگے ہو۔"

قلندر واقعی مرثیہ گانے لگا:

"تنہائی کا گھاٹ کٹھور
تنہائی کا اور نہ چھور
دریا میں لہروں کا گھمسان پڑا
لہروں کے اوپر لہریں چڑھتی ہیں
کشتی سے کشتی ٹکراتی
ہے
کشتی بان تیز ہواؤں کو کوس رہے ہیں
تنہائی کا جنگل کٹھور
اس کا کوئی اور نہ چھور
پیڑوں کا موسم سنسان پڑا
دھند پر دھند چڑھی آتی ہے
اور ٹھٹھرتے ہوئے مسافر
جاڑے کو کوس رہے ہیں
تنہائی کا آکاش کٹھور ہے
اس کا کوئی اور نہ چھور
تاروں کا بن ویران پڑا
بادل پر بادل چڑھا آتا ہے
بجلی پر بجلی کوندرہی
ہے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

پیڑوں پر دبکے پرندے
ساون کو کوس رہے ہیں
تنہائی کا شہر کٹھور ہے
اس کا کوئی اور نہ چھور
آگے قبرستان پڑا ہے
بھیڑ پہ بھیڑ چلی آتی ہے
اور اکیلا ایک پہاڑی
قسمت کو کوس رہا ہے۔"

شگفتہ کے منہ سے چیخ نکلی:

"بس کر بس!"

وہ قلندر سے لپٹ کر رونے لگی۔ قلندر نے اپنی ٹھوڑی اس کے سر پر رکھی۔ اس کے آنسو شگفتہ کی مانگ پر بہنے لگے۔ تبھی اچانک اس نے گھڑی دیکھی اور چونک کر شگفتہ کو خود سے الگ کیا:

"شگو! جانے کا ٹائم ہوا۔ اپنا خیال رکھنا۔ دعاؤں میں یاد رکھنا۔"

"اللہ میری رات کی رانی کو کالی گھنگھور گھٹا میں چھپی بجلی کے قہر سے محفوظ رکھے۔"

شگفتہ نے ہچکیاں لے کر دعا دی۔ اس کی ماں سیڑھی کے ایک پائے پر بیٹھی تھی۔ آہٹ سن کر اٹھی اور قلندر کو گلے لگا کر اپنے پھیرن کی آستین سے اس کے آنسو پونچھنے لگی۔ قلندر نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ شگفتہ چوکھٹ پر خون کے آنسو رو رہی تھی:

"تم نے مجھ سے پہاڑ پر اپنے ساتھ لے جانے کا وعدہ کیا ہے۔ بھول نہ جانا۔"

شگفتہ نے آواز دی۔ قلندر بولا:

"تم بھی وعدہ کرو کہ اگر میں تمہیں پہاڑ نہ لے جا سکا تم مجھے لے جاؤ گی۔"

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

یہ سن کر شگفتہ کے منہ سے نکلا:

''اللہ! ایسی نوبت آنے سے پہلے مجھے اپنے پاس بلانا۔''

قلندر کے محافظ نے دروازہ کھولا:

''خدا حافظ!''

اس نے کلاشنکوف کندھے پر رکھ کر کہا۔

***

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

گھاس کے نعلین پہن کر چلنے والو!

نظم کی مجلسِ شوریٰ نے الطاف کو موت کی سزا سنائی تھی مگر قلندر کے کہنے پر سزا انجام دینے پر فی الحال روک لگا دی گئی۔ کیپٹن دھرم سنگھ آدھی رات کو اپنے محافظ دستے کے ساتھ چھاپے پر نکلا۔ اپنے سینئر سے یہ کہہ کر اجازت لی کہ قلندر اپنی محبوبہ سے کل رات ملنے گیا تھا۔ اس لیے اس لڑکی سے پوچھ تاچھ کرنا ضروری ہے۔ گاڑیاں شگفتہ کے گھر سے بہت دور کھڑی کی گئیں۔ کیپٹن نے خود شگفتہ کے دروازے پر دستک دی:

''کون؟''

شگفتہ کی ماں نے پوچھا۔ آواز آئی:

''آرمی۔ گھبرایئے مت۔ دروازہ کھولیے۔''

شمیم بی بی نے دروازہ کھولا۔ چار سپاہی اندر چلے گیے۔ پورے گھر کی تلاشی لی۔ جب دیکھا کہ گھر میں کوئی اجنبی نہیں تب کیپٹن سے اندر جانے کو کہا۔ کیپٹن نے اندر جا کر شمیم بی بی سے کہا:

''شگفتہ سے بات کرنی ہے۔''

شمیم بی بی بولیں:

''مجھ سے پوچھ لیجیے جو شگفتہ سے پوچھنا ہے۔''

کیپٹن نے مسکرا کر کہا:

''اماں جی! آپ ڈر کیوں رہی ہیں۔ شگفتہ میری بہن ہے۔ کیا ایک بھائی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اپنی بہن سے بات نہیں کر سکتا؟''

''کیوں نہیں بھیا!''

شگفتہ نے دروازہ اپنے کمرے کا کھول کر کہا۔ کیپٹن اس کے کمرے میں ایک تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھا۔ شگفتہ نے پوچھا:

''کیا جاننا چاہتے ہو بھیا۔''

کیپٹن بولا:

''مجھے اجمیری تک ایک میسیج (message) پہنچانی ہے۔ معاف کرنا آدھی رات کو آپ لوگوں کو ڈسٹرب کیا۔ مگر ایک معصوم کی جان کا سوال ہے اس لیے مجبور ہوا۔''

''کیا میسیج (message) ہے؟''

شگفتہ سامنے بیٹھ گئی۔ کیپٹن بولا:

''اس معاملے میں صرف تم پر بھروسا کیا جا سکتا ہے۔ اجمیری تک یہ میسیج پہنچانی ہے کہ دراصل الطاف مخبر نہیں کوئی اور ہے۔ میں ایک فوجی ہوں اور میں نے اپنے ملک کی حفاظت کے لیے رازداری کا حلف لیا ہے۔ میں اپنے سورس (source) کا نام بتا کر اپنے فرض سے غداری نہیں کر سکتا۔ مگر ایک بے قصور کی جان کا سوال ہے۔ سوچتا ہوں کیا کروں۔ تم مجھے بتاؤ کیا کرنا چاہئے؟''

شگفتہ پورے اعتماد سے بولی:

''کیپٹن صاحب! جس طرح آپ کے لوگ ہمارے لوگوں کی ٹوہ میں رہتے ہیں اسی طرح ہمارے لوگ بھی آپ لوگوں کے مخبروں کی سن گن لیتے ہیں۔ قلندر بہت چالاک ہے۔ اسے جلد ہی اصلی مجرم کا پتہ چل ہی جائے گا۔ اگر کوئی اشارہ دے سکتے ہیں تو دیجئے۔''

کیپٹن نے کچھ دیر سوچ کر کہا:

''مخبر کو الطاف کے اندر ہی تلاش کیا جا سکتا ہے۔''

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

وہ اٹھنے ہی لگا تھا کہ شمیم بی بی پیتل کی سینی میں چائے اور مچھلی کے پکوڑے لے کر آئیں۔ شگفتہ کا باپ کیپٹن کے سامنے آفتابہ لے کر کھڑا ہوا تو وہ تو تعظیم کے لیے اٹھا:

''ارے! یہ تکلف کیوں کیا اماں؟''

''اماں بھی کہتے ہو اور ممتا کو روک بھی رہے ہو۔''

کیپٹن نے اٹھ کر شمیم بی بی کے پاؤں چھوئے۔

''اللہ تم سب کو اپنی امان میں رکھے۔ اللہ ہمیں اس طوفان سے نجات دے''

شمیم بی بی کی دعا پر کیپٹن نے ہاتھ اٹھا کر آمین کہی۔

❁

اگلی رات کو الطاف کی بیوی نفیسہ عرف بے بی عرف کیڈ بری کو گھر سے اٹھا کر کسی نامعلوم جگہ پر پہنچایا گیا۔ پہلے دن جب نفیسہ کا انٹروگیشن کیا گیا تو اس نے صاف انکار کیا کہ وہ فوج کے لیے مخبری کرتی ہے۔ چونکہ عورت ذات تھی اور نظم کے اراکین کی سخت ہدایت تھی کہ اسے کسی بھی طرح کی جسمانی اذیت نہ پہنچائی جائے اس لیے اس چالاک اور عیار عورت نے نہایت اعتماد کے ساتھ خود کو معصوم ثابت کیا۔ ادھر ائیریا کمانڈر جمال افغانی کو لگ رہا تھا کہ اس نے الطاف کو مخبری کے الزام میں پکڑ کر جو کارنامہ انجام دیا تھا اس پر قلندر پانی پھیر رہا ہے۔ جمال افغانی اس معاملہ میں قلندر کی مداخلت کو نہ صرف بیجا کہہ رہا تھا بلکہ اسے اپنی توہین بھی سمجھتا تھا۔ پہلے دن کی پوچھ تاچھ کے بعد جب کچھ حاصل نہ ہوا تو ائیریا کمانڈر نے سب کے سامنے کہا:

''آپ ایک معصوم عورت کو پریشان کر رہے ہیں۔ اگر مخبر ہوتی تو اب تک اقبالِ جرم کیا ہوتا۔ میرے خیال میں ——''

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

قلندر نے اس کی بات کاٹ کر پوچھا:

''اتنے دن سے الطاف تم لوگوں کی تحویل میں ہے۔تم لوگوں نے اس کا خوب انٹروگیشن کیا۔اس کی رانوں کے نیچے اسٹو جلایا۔اس کے فوطے بھون ڈالے۔ گانڈ کے جھانٹ تک جلائے۔کیا اس نے اقبالِ جرم کیا؟''

اس سوال پر سب خاموش ہو گیے۔قلندر بولا:

''اگر اس طرح کی اذیت آرمی کسی میلی ٹینٹ کو پہنچاتی تو اس نے وہ تک بتایا ہوتا جو اسے پوچھا ہی نہ گیا ہوتا۔''

ائیریا کمانڈر بھڑک گیا:

''مگر نظم کا حکم ہے____''

قلندر نے اسے بات پوری کرنے نہیں دی:

''نظم کوئی خدا نہیں۔نظم نے ان باتوں کو مدنظر رکھ کر فیصلہ سنایا ہے جو اس کے اراکین کو بتائی گئیں۔نہ ہمارے پاس نہ نظم کے پاس کوئی چشم دید گواہ ہے اور نہ الطاف نے اپنا جرم قبول کیا ہے۔''

مسئلہ جب سنجیدہ ہونے لگا تو ڈسٹرک کمانڈر کو دخل دینا پڑا:

''آپ لوگ اس طرح نوک جھونک نہ کریں۔میں قلندر خان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ کس بنیاد پر الطاف کی بیوی کو ملزم ٹھہراتا ہے۔اس کے پاس کون سا سورس (source) ہے؟''

قلندر خان کچھ دیر خاموش ہوا۔ائیریا کمانڈر کو لگا کہ اس کی بیل آخرِ کار منڈھے چڑھی۔قلندر خان نے کلاشنکوف ڈسٹرک کمانڈر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا:

''اگر کل شام تک الطاف کی بیوی نے اقبالِ جرم نہ کیا تو آپ مجھے گولی مار دیجیے۔میں آپ کو اپنا خون معاف کر رہا ہوں۔آگے آپ کی مرضی۔''

ڈسٹرک کمانڈر نے قلندر کو مہلت دی اور مجلس برخاست ہوئی۔قلندر نے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

الطاف اور اس کی بیوی کو فوراً اپنی تحویل میں لے کر ہائیڈ آؤٹ پر پہنچایا۔

دن بھر نفیسہ کو مرچوں کی دھونی دی گئی۔ مرچوں کی دھانس سے قلندر کو چھوڑ کے سب لوگ کمرے سے باہر نکلے۔ کچھ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار بہہ رہی تھی اور کچھ مسلسل چھینک رہے تھے۔ کچھ کھانستے ہوئے اندر ہی اندر قلندر کو گالیاں دے رہے تھے۔ کوئی بولا:

''سالا جنگی بھینسا۔ عقل کا اندھا۔ سب کو اندھا کر گیا۔ اب اگر چھاپا پڑ گیا تو ہم کیا خاک بھاگیں گے۔ خاک بندوق چلائیں گے۔''

کسی نے پیچھے سے کان پر تھپڑ مارا:

''ابے سالے! اس اندھا دھند میں ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھاتا۔ اگر اس نے سن لیا تو گانڈ میں گولی مار دے گا۔ چپ بیٹھ۔''

دن کا تیسرا پہر ڈھلنے والا تھا۔ قلندر سوچ میں پڑ گیا کہ اب کون سا حربہ استعمال کروں۔ تبھی اس نے ایک محافظ کو دوسرے کمرے میں بلایا۔ پوچھا:

''بے بی کے میکے میں کون کون ہے؟''

وہ کچھ سوچ کر بولا:

''ماں باپ، دو بہنیں اور دس سال کا ایک بھائی۔''

''ٹھیک ہے اب تم جاؤ۔''

اس نے اپنے خونخوار شوٹر عارف درزی عرف چمبل خان کو بلایا۔ چمبل خان کی دہشت پورے علاقے میں تھی۔ لوگ اس کا نام سن کر کانپ اٹھتے۔ جس کے سامنے جاتا اسے لگتا کہ موت کا فرشتہ سامنے آن کھڑا ہوا ہے۔ قلندر نے کمرے میں داخل ہوتے ہی چمبل سے کہا:

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

"چمبل بے بی کی پٹی کھول دو۔"

پٹی کھل گئی تو چمبل کو سامنے دیکھ کر بے بی کے چہرے پر زردی چھا گئی۔ قلندر نے چمبل خان سے کہا:

"چمبل خان! اگر بے بی نے دن ڈھلنے سے پہلے سچ نہ بتایا تو اس کے بھائی کو گولی سے اڑا دینا۔"

چمبل یہ سن کر ششدر رہ گیا۔ بولا:

"کمانڈر وہ تو دس برس کا لڑکا ہے۔ اسے ____"

قلندر نے اس کی بات کاٹ کر کرخت لہجے میں کہا:

"تم کو حکم دیا گیا ہے۔ تم سے مشورہ نہیں مانگا گیا۔ اور ہاں لڑکے کو دیکھ کر ترس مت کھانا، چاہے وہ ماں کے پہلو میں گہری نیند سویا ہی کیوں نہ ہو۔"

قلندر محض ایک حربہ استعمال کر رہا تھا ورنہ وہ کسی بے قصور کے قتل پر ہنگامہ برپا کرتا تھا۔ اس کا تیر نشانے پر لگ گیا۔ بے بی نے ہاتھ جوڑ کر کہا:

"ایسا غضب نہ کرو کمانڈر۔ تمہیں اللہ کی قسم۔ میں سچ بولنے کے لیے تیار ہوں۔"

قلندر نے ڈسٹرک کمانڈر اور ایریا کمانڈر کو اطلاع کروائی۔ ساتھ میں مجلسِ شوریٰ کے کچھ اراکین کو بھی خبر کی گئی۔ وقت مقرر ہوا آدھی رات۔

عشاء کی نماز ہائیڈ آوٹ پر ہی باجماعت ادا کی گئی۔ ڈسٹرک کمانڈر، ایریا کمانڈر اور قلندر خان کے علاوہ نظم کی مجلسِ شوریٰ کے اراکین بھی موجود تھے۔ اچانک کشمیر میں مخبری کے بڑھتے ہوئے رجحان پر بحث چھڑ گئی۔ مجلس میں موجود سب اراکین نے اپنی اپنی رائے پیش کی جس کا نچوڑ یہ تھا کہ کشمیری قوم غلامی کی زندگی جینے کی عادی ہے اور یہ کہ کشمیریوں میں کوئی انقلاب برپا کرنے کا مادہ نہیں ہے۔ قلندر خان نے البتہ اس بحث سے خود کو الگ ہی رکھا۔ وسیم خان اس کی طرف بار بار دیکھ رہا تھا۔ قلندر خان سمجھ گیا کہ وسیم خان اس کی رائے جاننا چاہتا ہے۔ جب قلندر خان نے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کسی طور اپنی خاموشی نہیں توڑی تب مجبور ہو کر اس نے پوچھا:

''کمانڈر قلندر خان کی اس مسئلہ کی بابت کیا رائے ہے؟''

قلندر خان نے تسبیح جیب میں رکھ کر کہا:

''اس قدر صائب الرائے معززین کی آراء سے اختلاف کرنے کی جسارت اس خاکسار میں نہیں۔ جو کچھ فرمایا گیا اس کے آگے کیا کہا جا سکتا ہے بھلا۔''

وسیم خان مسکرایا۔ بولا:

''وہ جو ہوا پر لکھی ہوئی تحریر پڑھ سکتا ہے۔ وہ جو پانی پر افسانہ لکھ سکتا ہے۔ وہ جو بارش کی رم جھم کو دل کی دھڑکنوں کے ہم آہنگ بنا سکتا ہے۔ وہ جو بجلی کے کڑکنے سے پہلے بادل کی گرج سن سکتا ہے۔ میں کیسے مان لوں کہ وہ بنا کسی حیل حجت کے ہم سب کی رائے کو صحیح مان سکتا ہے۔ یا یہ ہے کہ کوئی خوف کلام میں حارج ہے۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ حقیقت کیا ہے۔''

قلندر خان کی تعریف سن کر کچھ اراکین حسد سے جل بُھن گیے۔ ائیریا کمانڈر تو کچھ زیادہ ہی پیچ و تاب کھانے لگا۔ قلندر نے درویشانہ مسکراہٹ کے ساتھ کہنا شروع کیا:

''میں باشندہ پہاڑ کا ہوں۔ ڈور ڈنگر ہماری معیشت ہے۔ میرے بارے میں خان صاحب کو جو گمان ہے اسے میں اپنی خوش قسمتی سے تعبیر کرتا ہوں۔ اس قدر محبت دیکھ کر آدمی پاگل ہو سکتا ہے۔ یہ شیریں بیانی پتھر کو بولنے پر مجبور کر سکتی ہے میں تو ایک ادنیٰ سا حیوانِ ناطق ہوں۔ مقدمہ جو زیر بحث ہے اس کی نزاکت کا صحیح صحیح اندازہ مستقبل میں لگایا جا سکتا ہے اور ہم میں سے شاید بہت کم موجود ہوں گے جو اس حقیقت کی تلخی کو محسوس کر سکتے ہیں۔ بنا کسی مبالغہ کے میں اس حقیقت کا قائل ہوں کہ کشمیری قوم مزاج اور طبیعت سے جنگجو نہیں۔ کشمیر کی مٹّی اس قدر نرم اور نازک ہے کہ اس کو پاؤں کے انگوٹھے سے دبا دو تو انگوٹھا دور تک گھستا چلا جائے گا۔ کشمیریوں میں وہ غصّہ اور وہ سفا کی پیدا نہیں ہو سکتی جو جنگجو قوموں کا خاصا ہے۔ صحرا میں رہنے والے کسی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

قبیلے کے لوگ جب میلوں تپتی دھوپ میں سفر کر کے کسی کنویں سے اپنی مشکیزوں میں پانی بھر کر لوٹتے ہیں اور کسی دشمن قبیلے کے لوگ گھات لگا کر ان کی مشکیزوں پر تیر چلاتے ہیں تو خونریزی کی طرف طبیعت مائل ہو جاتی ہے۔ ریوڑ سے بھیڑ چرائے جاتے ہیں اور پہلوؤں سے عورتیں نکال کر جب اپنے قبضے میں لی جاتی ہیں تو تلواریں گردنوں پر گرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اہل کشمیر کو امن وسکون کا ماحول عطا کیا تھا اور کہا تھا کہ پہاڑوں سے گرتے ہوئے آبشاروں سے اپنی اپنی چھاگلیں بھر لو۔ جھیلوں اور ندیوں میں معیشت کے ذریعے تلاش کرو۔ اپنی زمینوں میں فصلیں اگاؤ۔ ایک دوسرے کے کھیتوں کی مینڈوں کے نزدیک ہل نہ چلاؤ۔ اور کل تک گھاس کے نعلین پہن کر چلنے والو چمڑے کے جوتوں سے بے سہاروں کو ٹھوکر نہ مارو۔ اور کل تک مکئی کا دلیا کھانے والو کسی غریب، مسکین اور مسافر کو بھوکا نہ رکھو۔ اور کل تک بیگار پر جانے والو اپنے نوکروں کی دمڑی اور چمڑی کا خیال رکھو۔ اور کل تک ایک دوسرے سے پاجامہ مانگ کر پہننے والو اپنی اور دوسروں کی شرم گاہوں کی حفاظت کرو۔ نیکی میں ایک دوسرے کا تعاون کرو مگر انہوں نے تجاوز کیا۔

ہم نے بندوقیں لے کر ان کے گھروں میں پناہ لی اور ہم میں سے اکثر نے تجاوز کیا اور گمراہ ہو گیے۔ ہم نے بستیوں میں حملے کیے اور دشمن کو تجاوز کرنے کا جواز عطا کیا۔ ملک مہذب ہو سکتے ہیں مگر کسی ملک کی فوج سے جنگ میں تہذیبی تقاضوں کو پورا کرنے کی توقع کرنا بے وقوفی ہے۔ جینیوا کنونشن کا راگ الاپنے والے جب جنگوں میں انسانی حقوق کا نوحہ گا کر تشدد کے انسداد کی دفعات گنوانے لگتے ہیں تو وہ دراصل بھول جاتے ہیں کہ جنگیں تشدد کرنے کے لیے ہی لڑی جاتی ہیں۔ ہم نے اپنے کمانڈروں کے ماتم میں ہڑتالیں کروائیں اور لوگوں میں سے بعض نے تجاوز کیا اور مخبری کو ذریعۂ معاش بنا دیا۔ ہم نے ذاتی دشمنی نکالنے کے لیے ظلم وجبر کا راستہ اختیار کیا۔ لوگوں کو چندے کے نام پر لوٹا۔ پاکستان سے امداد کی صورت میں آنے والی رقومات میں خرد برد کیا۔ جن کی بازآبادکاری کے لئے یہ رقومات آتی ہیں انہیں حق سے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

محروم رکھا۔
کشمیری قوم زیادہ دیر تک کسی بھی قسم کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتی۔ تاریخ وار مظالم اس کی خصلت کو بدلتے رہے۔ چنانچہ کشمیری گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے میں ماہر ہو گیے۔ یہ اپنی وفاداریاں بدلتے رہتے ہیں۔ ان کا جھکاؤ طاقت کی طرف رہتا ہے۔ پس جس کے پاس طاقت ہے یہ اس کے سامنے سر خم کرتے ہیں۔ کل تک یہ ہمیں اپنا ہیرو مانتے تھے کہ ہم ان کی آزادی کے خواب کی تعبیر لے کر آئے تھے۔ مگر ہم نے ان کی درد بھری چیخوں کا جواب ہمدردی سے نہیں دیا۔ ہم نے دہشت سے جھکے ہوئے سر کو تعظیم سے تعبیر کیا۔ ہم نے دہشت سے لبیک کہنے والوں کو اپنا وفادار تصور کیا۔ ہم نے یہ کہا کہ ہم پریشان ہیں یہ نہ کہا کہ ساری قوم پریشان ہے۔ پس ہم نے ہر معاملہ میں تجاوز کیا اور تجاوز کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔"

قلندر خان کی تقریر سن کر حاضرین سناٹے میں آگیے۔ مانو ان کو سانپ سونگھ گیا۔ کچھ کی آنکھوں سے آنسو چھلک رہے تھے۔ بڑی دیر تک کسی نے لب کشائی نہیں کی۔ آدھی رات کا سماں تھی کہ نفیسہ کو حاضر کیا گیا۔ جب اس سے سچائی کی بابت پوچھا گیا تو اس نے کہنا شروع کیا:

"یہ پچھلے برس کی بات ہے۔ ایک شام سڑک سے فوجی گاڑیوں کا ایک مختصر قافلہ گزر رہا تھا۔ اچانک گرنیڈ کا دھماکا ہوا۔ کچھ ہی لمحوں میں فائرنگ شروع ہوئی۔ ہم دوسری منزل پر تھے۔ میرے سسر نے نیچے جانے کی کوشش کی۔ میں نے انہیں پکڑ کر فرش پر لٹایا۔ میری ساس اونچا سنتی ہیں۔ انہیں لگا کہ میں سسر کے ساتھ جھگڑا کر رہی ہوں۔ انہوں نے شور مچانا شروع کیا۔ میرے سسر نے لپک کر انہیں زمین پر لٹایا اور ہاتھوں کے اشارے سے سمجھایا کہ باہر گولیاں چل رہی ہیں۔ پھر اس پورے علاقے سے گولیاں چلنے کی آوازیں آنے لگیں۔ ڈر کی وجہ سے میری جان سوکھ گئی۔ الطاف اپنی خالہ کے پاس گاؤں گیا تھا۔ اس کے گھر میں نہ ہونے سے مجھے ذرا سا سکون کا احساس ہوا کہ چلو کوئی تو بچ جائے گا جو ہماری لاشوں کو ٹھکانے لگائے گا۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

میں یہی سوچ رہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ میں گھبرائی اور سسر کی طرف دیکھنے لگی۔ انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے بتانے کی کوشش کی کہ ہرگز دروازہ مت کھولنا۔ مگر جب کھڑکیوں کے پٹ بجنے لگی تو میں دوڑتے ہوئی نیچے آئی اور دروازہ کھولا۔ دروازہ کھلتے ہی کچھ فوجی اندر گھس گیے۔ بنا کچھ کہے انہوں نے پہلے کمروں کی تلاشی لی اور جب اطمینان ہوا کہ گھر میں ہم تینوں کے سوا کوئی اور نہیں تب ان میں سے کچھ نے اوپر والی منزل کی کھڑکیاں کھول کر پوزیشن سنبھالی۔ ان کے ساتھ ایک افسر بھی تھا۔ اس کی چھاتی پر اس کے نام کی پٹی لگی تھی ''میجر دلاور خان''۔ یہ دیکھ کر مجھے کچھ سکون ملا کہ چلو ان کا افسر ہماری ذات کا ہے اور وہ اپنے ماتحتوں کو پورے ضبط میں رکھے گا۔ وہ بار بار واکی ٹاکی پر کمک مانگ رہا تھا۔ مگر اگلی جانب سے اسے مسلسل کہا جارہا تھا کہ پاس والے سب کیمپوں پر فائرنگ ہو رہی ہے اس لیے جب تک بکتر بند گاڑیاں نکل نہیں جاتیں پوزیشن ہولڈ کرو۔

افسر نے مجھ سے گراؤنڈ فلور پر محفوظ کمرے میں رہنے کے لیے کہا۔ میں نے ساس سسر کو نیچے لایا اور ہم تینوں رسوئی میں دبک کر بیٹھے کہ رسوئی میں کہیں سے بھی گولی اندر نہیں آسکتی۔ اوپر سپاہی دھڑا دھڑ گولیاں داغ رہے تھے۔ کچھ دیر بعد اپوزٹ سائیڈ سے فائر آنا بند ہوا۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ دلاور رسوئی میں آکر ہمارے ساتھ بیٹھ گیا۔ مجھے لگا ہمیں خوف زدہ جان کر اس نے ایسا کیا۔ مگر وہ بار بار میری طرف دیکھ رہا تھا جس سے میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ میں نے اس کا دھیان ہٹانے کے لیے کہا:

''چائے ـــــ چائے پئیں گے آپ؟''

''کیوں نہیں اگر آپ اپنے ہاتھوں سے بنا کر دیجیے گا۔''

وہ چائے پی چکا تو الطاف کے بارے میں پوچھنے لگا۔ کچھ وقت گزرا تو اس کے ایک سپاہی نے اسے آنکھ کے اشارے سے جانے کو کہا۔ وہ سب چلے گیے تو مجھے عجیب طرح کی بے چینی محسوس ہوئی۔ اگلے روز آرمی نے سارے دکانداروں کو

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اٹھایا۔ الطاف بھی ان میں تھا۔ گھر میں ماتم چھا گیا۔ ایک دن گزر گیا اور جب الطاف چھوٹ کر نہیں آیا تو میں خود کیمپ پر چلی گئی۔ دلاور نے میری بہت آؤ بھگت کی۔ مجھے کرسی پر بٹھا کر چائے پلائی۔ میری ملاقات الطاف سے کروائی۔ الطاف نے کہا کہ اگرچہ دوسروں کی طرح مار پیٹ نہیں کی مگر یہ پوچھ رہے ہیں کہ کیا تم کو حملے کی اطلاع تھی جو گھر چھوڑ کر محفوظ مقام پر چلے گیے۔ انہیں شک ہے کہ ہم دکاندار کسی نہ کسی صورت میں ملوث ہیں۔ الطاف چلا گیا تو میں نے دلاور سے منتیں کیں۔ اس نے یقین دہانی کی اور مجھے اپنا فون نمبر دیا۔ میں گھر آئی اور دکان کھولی۔ شام تک جب الطاف چھوٹ کر نہیں آیا تو میں نے دلاور کو فون کیا۔ یہ سلسلہ کئی دن تک چلا۔ مجھے محسوس ہوا کہ دلاور کو مجھ سے پیار ہو گیا ہے۔ اور ایک دن میرے پوچھنے پر اس نے اظہار کر ہی لیا۔ سچ بات یہ ہے کہ مجھے بھی وہ اچھا لگنے لگا۔ پھر اس نے ایک دن مجھ سے میرے دل کی کیفیت پوچھی۔ میں نے اپنی بے قراری کا اظہار کیا۔ میں الطاف کو جیسے بھول گئی۔ الطاف کو سرینگر کے انٹروگیشن سنٹر پاپا ٹو منتقل کیا گیا۔ اس بات پر میں دلاور سے سخت ناراض ہوئی اور میں نے کئی دن تک اس سے بات نہیں کی۔ وہ رات کو بار بار فون کرتا تھا۔ تنگ آ کر میں نے رسیور اٹھا کر رکھا۔ اور ایک رات وہ گھر آدھمکا۔ میں جانتی تھی کہ الطاف بے قصور ہے اور دلاور نے اس کو راستے سے ہٹانے کے لیے یہ سب کیا ہے۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں الطاف کو غائب ہی نہ کیا جائے۔ دلاور نے بہت دیر تک مجھ سے لگاوٹ کی باتیں کیں اور یقین دلایا کہ الطاف کچھ ہی دنوں میں گھر لوٹ کر آئے گا۔ میں نگوڑی دلاور کو اپنا دل دی بیٹھی۔ اس سے ملنے کے لیے برقع پہن کر کیمپ جاتی۔ اسی دوران اس نے مجھے دوسرے جال میں پھنسایا۔ مجھ سے مخبری کرنے کے لیے کہا۔ سودا یوں طے ہوا کہ ایک میلی ٹینٹ کی صحیح اطلاع دینے پر مجھے پچاس ہزار روپے ملیں گے۔ میں جھانسے میں آ گئی۔ میں نے سوچا بہنوں کی شادی کرنی ہے۔ پیسہ ملے گا تو کاروبار پھیلائیں گے۔ مکان کی مرمت کریں گے۔"

ڈسٹرک کمانڈر نے غصّے سے لال پیلا ہو کر کہا:

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''رکو! یہ پریم کہانی رہنے دو۔ یہ بتاؤ کہ تمہاری مخبری پر کون کون پکڑا گیا اور کون کون مارا گیا؟''

''میری مخبری پر؟''

اس نے گہری سانس لے کر کہا:

''میری مخبری پر ناصر، مقبول اور قیوم پکڑے گیے۔ اور جمیل، شفیع، غلام محمد اور ارجمند مارے گیے۔''

''اچھا یہ بتاؤ تمہارے گھر سے کون کون پکڑا گیا؟''

قلندر نے پوچھا۔ نفیسہ بولی:

''ناصر میرے گھر میں پکڑا گیا۔''

''اس کے بعد کیا ہوا؟''

مجلسِ شوریٰ کے ایک رکن نے پوچھا۔ نفیسہ بولی:

''اس کے بعد؟ اس کے بعد الطاف چھوٹ کر آیا۔ پھر میں نے کسی میلی ٹینٹ کو گھر نہیں بلایا مگر ان کی سُن گُن لیتی رہی۔''

نفیسہ کی آنکھوں پر پٹّی بندھی تھی۔ اسے معلوم ہی نہیں تھا کہ کمرے میں الطاف بھی موجود ہے۔ الطاف نے اٹھ کر اپنی بیوی کو پیٹنا شروع کیا:

''سالی! حرام زادی! بے وفا! غدار! چھنال! میں تو تمہیں معصوم سمجھ رہا تھا مگر تم تو ناگن نکلیں۔ پیسوں کا لالچ تھا مجھ سے کہا ہوتا میں گاؤں کی ساری زمین بیچ کر تمہاری ہوس مٹاتا۔ دغا باز! مجھ سے دغا کرنی تھی کرتیں مگر قوم سے غداری کی۔ جن کو پکڑوایا وہ اپنی ماؤں کے لال نہ تھے۔ جن کو مروایا وہ اپنے گھروں کے چراغ نہ تھے۔ سالی! اتنی ہی چُل تھی تو ____''

''الطاف! بس کرو۔''

قلندر نے دھاڑ کر کہا۔ الطاف کو دو لڑکوں نے پکڑ کر اپنی جگہ پر بٹھایا۔ ڈسٹرک کمانڈر نے مجلسِ شوریٰ کے اراکین سے پوچھا:

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''اقبال جرم کے بعد معزز اراکین کیا سزا تجویز کرتے ہیں؟''

''سزائے موت۔''

سب نے بیک زبان کہا۔ڈسٹرک کمانڈر نے ائیریا کمانڈر سے پوچھا:

''تم بولو۔''

''سزائے موت۔''

پھر قلندر سے پوچھا گیا۔اس نے کہا:

''میں اکثرت کے فیصلے کے ساتھ ہوں۔مگر میری تجویز یہ ہے کہ اس کے جسم پر بھاری پتھر باندھ کر پُل سے نیچے پھینک دیا جائے تا کہ اس کی لاش کا کوئی کھر کھوج نہ مل سکے۔''

یہ سب سن کر الطاف کے منہ سے دردناک چیخ نکلی۔وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔اس کے منہ سے نکلا:

''یہ رنڈی ماں بننے والی ہے۔''

یہ سن کر سب سناٹے میں آگیے۔پھر الطاف کو چپ کرایا گیا۔لمبے وقفے تک گہری خاموشی چھا گئی۔پھر ڈسٹرک کمانڈر نے قلندر سے پوچھا:

''اس سلسلے میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟''

قلندر نے کچھ دیر سوچ کر کہا:

''معزز حاضرین! اگرچہ مخبر کی سزا موت ہے مگر مخبر کے ساتھ کسی معصوم کو موت کے گھاٹ اتارنا سخت گناہ ہے۔''

اس معاملے پر بہت دیر تک بحث ہوئی مگر نتیجہ کوئی برآمد نہ ہوسکا۔آخرکار قلندر سے رائے پوچھی گئی۔قلندر نے کہا:

''نفیسہ کو وطن بدر کیا جائے۔دہلی میں اس کا ماما تجارت کرتا ہے۔اسے فوراً ماما کے پاس دہلی بھیجا جائے۔الطاف اسے دہلی چھوڑ کر آئے گا۔اس معاملے میں رازداری کا خیال رکھا جائے ورنہ میجر دلاور کوئی چال چلے گا۔اس لیے صبحِ صادق سے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

پہلے ہی یہ لوگ روانہ ہوں گے۔"

الطاف نے ہاتھ جوڑ کر کہا:

"میں یہاں رہ کر کیا کروں گا؟ مجھے دلاور جینے نہیں دے گا۔ اور اگر اس نے جان بخش بھی دی تو رسوائی سے بہتر ہے کہ میں پیڑ کی شاخ سے لٹک کر اپنا خاتمہ کروں۔ اس عورت نے مجھے کہیں کا نہیں رکھا۔"

یہ سن کر نفیسہ اپنے شوہر کے پاؤں پر پڑی۔ اپنا ماتھا اس کے پاؤں پر رگڑ رگڑ کر معافی مانگنے لگی:

"اللہ معاف کرنے والا۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کی دھول کے صدقے میں معاف کرو۔ معاف کرو مجھے۔"

الطاف نے اپنے دکھ سکھ کی ساتھی کو قدموں سے اٹھا کر سینے سے لگایا:

"لو میں نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک قدموں کی متبرک دھول کے صدقے میں تمہیں معاف کیا۔"

حاضرین کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ قلندر بولا:

"دیکھیے حضرات! یہ ہے اللہ کی شان۔ کیسے ایک جان نے دوسری جان کو بچایا۔ اللہ ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معاف کرنے والے بہت پسند ہیں۔"

اسی وقت لڑکے دوڑے آئے گیے۔ الطاف نے اپنے والدین کے ساتھ کچھ ساز و سامان بھی اٹھایا۔ اور فجر کی اذان ہونے سے پہلے یہ کنبہ ٹیکسی میں سوار ہو کر دہلی کی طرف روانہ ہوا۔

❁

دو دن بعد یہ خبر میجر دلاور خان نے سنی تو اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ کیپٹن دھرم سنگھ اس ساری واردات سے باخبر تھا۔ اندر ہی اندر ایک عورت کو مخبری کے لیے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

استعمال کرنے اور اس کے جذبات کا استحصال کرنے پر وہ کڑھتا تھا مگر کھل کر کہہ نہیں سکتا تھا کہ ملک کی سلامتی اور نظم وضبط کا سوال تھا۔ جب تخلیہ میں میجر دلاور خان نے کپٹن کے سامنے اظہارِ افسوس کیا تو کپٹن نے اپنی حد میں رہ کر کہا:

''سر! کبھی کبھی ہم بھول جاتے ہیں کہ ہماری مطلب پرستی سے کسی خاندان پر کیا قیامت ٹوٹ سکتی ہے۔''

میجر نے سگرٹ جلاتے ہوئے کہا:

''کپٹن تم قوم پرستی اور مطلب پرستی کا فرق نہیں سمجھتے؟''

کپٹن بولا:

''سر! قوم پرستی ہر حال میں ترجیح کا تقاضا کرتی ہے مگر جس قومیت سے انسانیت کا عنصر نکلتا ہے وہ فتنہ ہو کر رہ جاتی ہے۔''

''اچھا کپٹن تم دہلی میں رہتے ہونا؟''

میجر نے سگرٹ ایش ٹرے میں مسلتے ہوئے پوچھا۔ کپٹن بولا:

''یس سر! مگر میری مانیں تو اس کنبے کو اب اپنے حال پر چھوڑیں۔ کسی کا پیچھا نہ کریں۔ پلیز!''

میجر نے کپٹن کے شانے تھپتھپاتے ہوئے کہا:

''کپٹن! میں نے سوچا تھا ان کی کوئی مدد ہو سکے مگر ہاں تمہارا مشورہ صحیح ہے۔ واقعی اب ان لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑنا چاہیے۔ اور ہاں اجمیری اب ہمارے لیے ایک بہت بڑا مسئلہ بن رہا ہے۔ ہوم منسٹری سے اس کے خلاف کڑے اقدام اٹھانے کی ہدایت دی گئی ہے۔ اسے جلد سے جلد نپٹانے کی کوشش کرو یار۔ یہ پوری یونٹ کی عزت کا سوال ہے۔''

کپٹن دھرم سنگھ کچھ دیر خاموش ہوا۔ میجر نے پوچھا:

''کیا ہوا؟ is there any problm''

دھرم سنگھ جیسے چونک گیا:

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

"No no sir! there is no problem at all۔"

میجر دلاور اٹھنے لگا۔ بولا:

"کپٹن اگر کوئی دقت نہیں تو just nutralize him in some encounter."

"سر! اتنا آسان نہیں۔"

میجر پھر کرسی پر بیٹھ گیا۔ پوچھا:

"وجہ؟"

کپٹن بولا:

"وجہ پبلک میں اس کی امیج ہے سر۔ اس کی آرگنا ئزیشن یا پبلک میں کوئی ایک بھی تیار نہیں جو اس کی خبر دے اسے پھگیاڑ کہتے ہیں یعنی خونخوار اور مکار جنگلی کتّا۔ یہ کتّا اپنے شکار کی تلاش میں چلتا ہی رہتا ہے۔ قلندر بھی کہیں ٹکتا نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ایسے خونخوار لڑکے ہوتے ہیں جو اپنے ساتھ اسی طرح دہشت لیے پھرتے ہیں جس طرح اندھا لاٹھی لیے پھرتا ہے۔ یہ نہ آنے والے قدموں اور نہ جانے والے قدموں کا نشان چھوڑتا ہے۔ چھلاوا ہے چھلاوا۔ اور سر میں چاہتا ہوں کہ اسے زندہ پکڑ لوں۔"

"کیوں؟ زندہ کیوں۔"

میجر نے پوچھا۔ کپٹن بولا:

"وہ اس لیے سر کہ یہ کئی بار لڑکپن میں ہی سرحد پار کر کے پاکستان گیا ہے۔ وہاں اس کی خالہ رہتی ہے۔ اس کا خالو پاک فوج میں میجر تھا۔ اب ریٹائیر ہو گیا ہے۔ میجر گل محمد خان۔ اسی نے قلندر کو ٹرینڈ کیا ہے۔ آئی۔ ایس۔ آئی نے اسے گوریلا وار کے سب حربے سکھائے ہیں۔ یہ نہایت چالاک ہے مگر مکار نہیں ہے۔ ایک بار کسی سے ملتا ہے پھر اس کی سانس کی آواز سے اسے پہچانتا ہے۔ اسے ہمارے ہتھیاروں کے بارے میں اتنی جانکاری ہے جتنی ہمیں بھی نہیں ہے۔ جس حکمتِ عملی سے یہ گھات

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

لگا کر حملہ کرواتا ہے اس کا جواب نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے زندہ پکڑ کر ساری انفارمیشن لے لوں۔"

میجر نے کہا:

"مگر کیپٹن! اس کی کوئی تو کمزوری ہے۔"

"ہے نا سر!"

کپٹن بولا:

"اس کی کئی کمزوریاں ہیں۔ ایک یہ کہ یہ پنڈتوں کے ستانے کے حق میں نہیں۔ اس نے کئی پنڈتوں کی جان بچائی ہے۔ اس بات پر نہ صرف اس کی اپنی آرگنائیزیشن کے کچھ شدت پسند نفرتی عناصر اس سے ناراض ہیں بلکہ دوسری آرگنائیزیشنز کے لوگ بھی خفا ہیں۔ اس کی دوسری کمزوری یہ ہے کہ یہ بستیوں میں حملہ کروانے کی سخت مخالفت کرتا ہے۔ یہ عام لوگوں کے جان و مال کے نقصان پر بہت رنجیدہ ہوتا ہے۔ یہ بات بھی پسند نہیں کی جاتی ہے۔ تیسری کمزوری اس کی یہ ہے کہ یہ مخبروں کو قتل کرنے کے حق میں نہیں۔ اس کی منطق یہ ہے کہ مخبر کسی نہ کسی مجبوری کے تحت ایسا کام کرتا ہے۔ یہ اس مجبوری کو دور کرنے پر زور دیتا ہے۔ اس نے کئی ایسے مخبروں کی جان بخشی ہے جو غریبی کی وجہ سے مخبری کرتے تھے۔ ان کی مالی مدد کی۔ ان میں سے کئی اب چھوٹا موٹا بزنس کرتے ہیں۔ یہ بات بھی اس کے خلاف جاتی ہے۔ چوتھی اور سب سے اہم کمزری اس کی یہ ہے کہ یہ سب میلی ٹینٹ آرگنائیزیشنز کو متحد کرنا چاہتا ہے۔ ایسا آئی۔ ایس۔ آئی ہونے نہیں دے گی کیوں کہ پاکستان کی پالیسی یہ ہے کہ کشمیری پاکستان کے نام پر قربان ہو جائیں۔ اگر اتحاد ہوا تو انہیں یہ ڈر ہے کہ کہیں کشمیری آزادی کے لیے جنگ نہ لڑنا شروع کریں۔ اس وجہ سے آئی۔ ایس۔ آئی قلندر کو ختم کرنے کی فراق میں ہے۔"

یہ سن کر میجر کے ہوش اڑ گیے۔ بولا:

"اس آدمی کو تو نیتا ہونا چاہیے۔ یہ جنگ کے میدان میں کیا کر رہا ہے۔"

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''سر! یہ آیا نہیں بلکہ مجبور کر کے لایا گیا ہے۔ اپنی قابلیت اور ذہانت کی وجہ سے لوگوں میں عمر مختار کے نام سے مشہور ہے۔''

کپٹن نے کہا۔ میجر بولا:

''میرے خیال میں اس گڑریے کو عمر مختار سے compare کرنا جہالت ہے۔''

کپٹن نے اپنی کرسی میجر کے پاس سرکا کر کہا:

''جسے آپ گڑریا کہتے ہیں سر اس نے مدرسے سے تعلیم حاصل کی ہے۔ یہ نہ صرف علاقائی جغرافیہ کا ماہر ہے بلکہ اپنی اس مہارت کا ہمارے خلاف بھرپور استعمال بھی کرتا ہے۔ اس کے حملوں کا نشانہ ہمیشہ ہماری چوکیاں، ہماری گاڑیوں کے قافلے اور وہ راستے ہوتے ہیں جہاں سے ہماری رسد اور کمک آتی ہے۔''

میجر نے کہا:

''عمر مختار جن لوگوں کی آزادی کے لیے قربان ہوا انہی میں سے ایک کی مخبری نے اسے اطالوی فوج سے پکڑوایا۔ کسی بھی قیمت پر مخبر کو خرید لو کپٹن۔ کوئی مخبر نہیں ملتا ہے تو اسے ایک موقعہ سرنڈر کا دے دو۔ نہیں مانتا ہے تو موقعہ ملتے ہی اڑا دو سالے کو۔ اگر ہاتھ نہیں آتا تو اس کی کمزوریوں کو اس کے خلاف استعمال کیجیے۔ کوئی شک۔''

''نو سر!''

***

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

آنگنوں میں بانبیاں ہی بانبیاں ہیں

اچانک راحت بیگم کی یاداشت لوٹ آئی۔سب لوگ حیران ہو گیے کہ یہ کیسی کرامت ہو گئی:

''زینب! میں تمہارے گھر میں کتنی دیر سے ہوں؟''

زینب نے اوڑھنی کے کونے سے اپنی دکھی ماں کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا:

''اماں! یہ کیوں پوچھ رہی ہو؟''

زینب رونے لگیں تو ماں نے سینے سے لگا کر کہا:

''ہائے میں قربان جاؤں۔میری سوہنی کیوں رو رہی ہے؟''

سب کی آنکھیں نم ہو گئیں۔راحت بیگم نے رجب سے کہا:

''رجب جو! مجھے زینب کے ابا کی مرقد پر لے جاؤ۔انہوں نے کسی کا کیا بگاڑا تھا؟ کون تھا وہ جس کی گولی نے میرا سہاگ اجاڑ دیا؟ جب کوئی حاجت مند آ کے پوچھتا تھا کہ صاحب ہیں تو میرے تو جیسے سرخاب کے پر لگتے اور میں دور آسمانوں میں اڑنے لگتی۔میرے بیٹوں اور بہوؤں نے کون سا گناہ کیا تھا؟ کون تھے وہ مہمان جو ہماری مرضی جانے بغیر گھر میں گھس گیے۔کوئی کیا جانے کہ ایک ماں جب اپنی اولاد کی لاش دیکھتی ہے تو اس پر کیا گزرتی ہے۔میں دادی بننے والی تھی۔میرے گھر بار کو کس بجلی نے پھونک ڈالا؟''

اب راحت بیگم مرثیہ کرنے لگیں۔پورے گھر میں ماتم چھا گیا۔ایسا لگا جیسے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

وہ قیامت پھر سے بر پا ہو گئی۔

"اے میرے سرتاج میں تیری گردن پر قربان
جس پر گولی نے سیہ چھید کیا تھا
میں اس خون پہ قربان جس کے چھینٹے تیری قمیص کی
جیب پر لگ کر تیرے قلم کو نوک کو سرخ بنا گیے
میں اس سروقد پر قربان جس کے لیے
سفید چادر کم پڑی تھی
اے میرے بیٹے میرے گلفام
میں تیری چھاتی پر قربان
جس کے چھیدوں سے تیرا کلیجہ باہر نکلا تھا
اے میرے گبرو میں تیری پیشانی پر قربان
جس میں گولیوں سے موت نے کھڑکی کھولی تھی
اے میرے لال کی دلہن
میں تیری کوکھ پہ قربان
جس میں میرے خاندان کے چراغ نے دم توڑا تھا۔"

سارے محلّے کی بیبیاں دھاڑ دھاڑ کر رونے لگیں۔ کتنی بیبیاں اسی بہانے اپنے ان عزیزوں کا ماتم کر رہی تھیں جو گھر سے نکل کر لوٹ کر نہیں آئے۔

❁

راحت بیگم نے اپنے سرتاج کی قبر پر پھول نچھاور کرتے ہوئے مٹی پر دونوں ہاتھ مارے:

"مجھے نہیں بتاؤ گے کہ وہ گولی کس طرف کی تھی؟"

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

یہ کہہ کر وہ قبر سے لپٹ گئیں۔ ان کا گریہ سن کر آس پاس کی تازہ قبروں پر
فاتحہ پڑھنے والے دوڑ کر آئے اور انہیں دلاسا دیا۔ کون کس سے پوچھے:
''اس قبرستان میں اتنی جگہ تھی کہ لڑکے بالے یہاں گلی ڈنڈا کھیلتے تھے۔ اب
تو یہاں گلی برابر جگہ نہیں بچی ہے۔ وہ زرد بیریوں کے پیڑ کہاں ہیں جن کے پتے
قبروں پر شبنم برساتے تھے۔ وہ چنار کہاں گیے جن کے سائے میں تھکے ہارے مزدور
لیٹ کر زمین پر وقار سے چلنے کے خواب دیکھتے تھے۔ وہ نرم و نازک پھول جو بغیچوں
میں کھلے تھے اور جنہیں صبح کی تازہ ہوائیں چاندی جیسی شبنم کے پالنے میں جھلاتی
تھیں۔ جو سورج کی پہلی کرن پر آنکھ کھولتے تھے انہیں زمین کے نیچے کون چوم رہا
ہوگا۔ گلاب اور خواب اس قدر ہولناک انجام تک کیسے پہنچ گیے۔ کون تھا وہ مداری جس
نے ڈگڈگی بجا کر لوگوں کو اپنے گرد جمع کیا۔ اس کے پٹارے سے سانپ نکل کر
بستیوں میں لوگوں کو کیوں ڈسنے لگا؟ آنگنوں میں بانبیاں ہی بانبیاں ہیں۔ جہاں
پھول کھلتے تھے وہاں دھول اڑ رہی ہے۔ چوکھٹوں پر سانپ کی چھوڑی ہوئی کینچلیاں
جھول رہی ہیں۔ کس نے خواب کے تالابوں میں تیزاب بھر دیا۔ کس نے سفید
مرمری برف کو کبوتروں کے خون سے سرخ کر دیا؟''
زینت نے اپنی ماں کو قبر سے اٹھایا۔ کار اب راحت بیگم کے ویرانے کی
طرف روانہ ہوگئی۔ راحت بیگم نے جگہ جگہ ویرانے دیکھ کر کہا:
''میں تو سمجھ رہی تھی کہ میرا ہی گھر ویران ہوا یہاں تو ویرانے ہی ویرانے
ہیں۔ ان مکانوں اور دکانوں کو کس نے پھونک ڈالا؟ کیوں؟''
کار راحت بیگم کے ویرانے کے پاس کھڑی ہوگئی۔ انہوں نے حسرت
بھری نظروں سے اینٹوں کے ڈھیر کو دیکھا۔ وہ سوچنے لگیں کہ اینٹوں کے اس ڈھیر
میں کس کا کمرہ کہاں تھا۔ کس کمرے کی کھڑکی کہاں سے کھلتی تھی۔ مہمان کہاں بیٹھتے
تھے۔ انہوں نے کار سے اتر کر ڈیوڑھی کے ستون پر ہاتھ رکھا۔ بیبیوں نے جب اس
محلے کی سنا تو سب کام چھوڑ کر راحت بیگم کی طرف دوڑ پڑیں۔ کوئی اوڑھنی کی گانٹھ

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

باندھتے ہوئے آرہی تھی تو کسی کی اوڑھنی دوڑتے دوڑتے گر گئی۔ کسی نے بلکتے بچّے کو گھر کی دہلیز پر چھوڑا تو کسی کو چولھے پر رکھی ہوئی ہانڈی کا خیال نہ رہا۔ کسی کے پھیرن کا دامن حقّے سے ٹکرایا۔ انگاروں نے قالین جلایا۔ مرد وزن نے غل مچایا۔ سب ایک ایک کر کے جب راحت بیگم سے گلے ملیں تو راحت بیگم ڈیوڑھی کی سیڑھی کے ایک پایے پر بیٹھ گئیں۔ تبھی ایک کُنجڑن ساگ کا ٹوکرا سر پر رکھے وہاں سے ہانک لگاتے گزری:

''ساگ ہے ساگ۔ ساگ لے لو ساگ۔''

اس نے جب بیبیوں کا جھلڑ دیکھا تو ٹوکرا نیچے رکھ کر اینڈوے پر بیٹھ گئی۔ کسی سے پوچھا:

''کیا ہوا؟ کوئی مر گیا کیا؟''

راحت بیگم نے سن کر اپنے پھیرن کا گریبان چاک کیا:

''راحت گزر گئی۔''

یہ کہہ کر وہ سیڑھی سے گر کر گلی میں ڈھیر ہو گئیں:

''انا اللہ وانا الیہ راجعون۔''

قلندر نے نانی کی وفات کی خبر سن کر کلیجہ پیٹا۔

***

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

چاند سفید بچّہ ہے

''قلندر! یار تم سے ملنا چاہتا ہوں۔''

کیپٹن دھرم سنگھ نے واکی ٹاکی پر کہا۔ قلندر کچھ دیر شش و پنج میں پڑا۔ اس کا ایک فلسفہ تھا کہ جس طرح فوج کے لیے میلی ٹینٹ ہر حال میں دشمن ہوتا ہے اسی طرح میلی ٹینٹ کے لیے فوج بھی ہر حال میں دشمن ہوتی ہے۔ اور دشمن پر کسی بھی صورت میں بھروسا نہیں کرنا چاہیے چاہے وہ ماں جایا ہی کیوں نہ ہو۔ وہ اس بات پر یقین رکھتا تھا کہ دشمن جب دوستی کا چولا پہن کر سامنے آئے تو سمجھ لو کہ سانپ آستین میں گھس گیا اور جھاڑی میں چھپے پتوں کے ہمرنگ سانپ سے اتنا خطرہ نہیں ہوتا جتنا بغل کے دشمن سے ہوتا ہے:

''کمانڈر! ہیلو ہیلو! کیا تم مجھے سن سکتے ہو؟ اوور (over)۔''

کیپٹن کی آواز مسلسل آ رہی تھی:

''ہاں کیپٹن میں لائن پر ہوں۔ اوور (over)۔''

''کمانڈر میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''سوری کیپٹن! نظم اس کی اجازت نہیں دے گا۔''

''میں کہاں نظم سے اجازت لے کر ملنے کو کہتا ہوں۔ مجھے بھی تو تم سے اکیلے میں ملنے کی اجازت نہیں۔''

''معاملہ کیا ہے کیپٹن صاحب؟''

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

"ارے یار تم اب زیادہ کرید و مت۔ زیادہ شک مت کرو۔ ایک راجپوت دوسرے راجپوت کو حفاظت کا وچن دیتا ہے۔ باقی میں کھل کر نہیں کہہ سکتا۔ دونوں طرف سے ہماری باتیں ریکارڈ ہو سکتی ہیں۔ میں شگفتہ کو ملنے کا پلان سمجھاؤں گا۔"

"نہیں نہیں نہیں! پلیز کپتان شگفتہ کو کسی بھی معاملے میں involve مت کرو۔ اس کی جان کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔"

"اچھا تو پھر سنو! چوک میں جو میوہ فروش ہے ریاض نام کا وہ کیمپ میں ہمیں فروٹ دینے کے لیے آتا جاتا ہے۔ بھروسے کا آدمی ہے۔ میں اسی کے ہاتھ میں لکھ کر بھیجوں گا۔ مگر ماں قسم وہ مخبر نہیں۔"

"ٹھیک ہے کپتان۔ اوور اینڈ آؤٹ (over and out)۔"

❁

پلان کے مطابق آدھی رات کو شہر سے دور ایک ویران جگہ پر دریا کے کنارے پر کپتان اپنے چار محافظوں کے ساتھ پہنچ گیا۔ اس پار اسی وقت قلندر بھی اپنے چار محافظوں کے ساتھ وارد ہوا۔ کپتان نے شام کو ہی دو کشتیوں کا بندوبست کیا تھا۔ ایک اس کنارے پر اور دوسری اس کنارے پر۔ کپتان نے ٹارچ دکھائی اور کشتی میں سوار ہوا۔ بالکل اکیلا اور نہتہ۔ دوسری طرف قلندر بھی کشتی پر سوار ہوا۔ بالکل اکیلا اور نہتہ۔

دونوں کشتیوں کا ملن دریا کے بیچ میں ہوا:

"تم جہاں چاہو کشتیاں لگا کر بات کریں گے۔"

کپتان نے کہا۔ قلندر بولا:

"کشتی موڑ دیجیے۔"

کشتیاں کنارے لگ گئیں تو کپتان نے اپنے محافظوں کو دور جانے کے لیے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کہا۔ دونوں کنارے پر بیٹھ گیے۔قلندر بولا:

''کپٹن ہم جہاں اندھیرے میں بیٹھ گیے کیا معلوم یہاں کوئی سانپ بیٹھا ہو۔''

کپٹن قلندر کا رمز سمجھ گیا:

''کشمیر کی آب وہوا میں زہریلے سانپ زندہ نہیں رہ سکتے۔''

قلندر بھی کپٹن کا رمز سمجھ گیا:

''ہاں سانپ چاہے اس کنارے کا ہو یا اس کنارے کا۔''

کپٹن نے کہا:

''سنا ہے تمہاری باتیں شاعرانہ ہوتی ہیں۔ کچھ اس چاند پر کہو جو آسمان پر بیٹھ کر ہمیں تک رہا ہے۔''

''کپٹن!''

قلندر نے سرد آہ بھر کر کہا:

''چاند سفید بچّہ ہے۔ یہ سفید بچّہ ہم جیسوں سے کہہ رہا ہے کہ میں تمہارا وارث ہوں۔ جب تم مر جاؤ گے میں تمہیں اپنی سفیدی کا کفن پہنا کر اپنی گود میں دفن کر دوں گا۔ سفید روشنی میں فرشتوں کی آنکھیں خواب دیکھتی ہیں۔ خواب اس زمین کا جہاں بندوق کے سائے فصلوں کو بانجھ نہیں بنا دیتے۔ خواب اس جنگل کا جہاں بارودی سرنگیں آدم زاد کے قدموں کو پکار پکار کر کہتی ہیں کہ اپنے گھروں کے دروازوں پر دستک دو اور ننھے منے بچوں کو گدگدی سے جگاؤ۔ خواب اس دلہن کا جو اپنے دولہے کی بارات آدھی رات کو پیٹرومیکس کی قرمزی روشنی میں اپنے گھر کی کھڑکی سے دیکھ کر بابل سے بچھڑنے کے غم میں رو رہی ہے۔ خواب اس کسان کا جو رات کو اپنی بیوی کے ساتھ لالٹین لیے اپنی فصل کو سینچنے کے لیے ندی کے پشتے میں درّہ بنا رہا ہے۔ خواب اس جوان کا جو شام کی سنسناتی ہوا میں اپنی کتابوں کے پھڑ پھڑاتے پنّوں کی آواز سن کر کبھی اپنے مزدور باپ کی بے بسی، کبھی اپنی ماں کی کوکھ میں سوئی بھوک اور کبھی اپنی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

امیر محبوبہ کی بے فائی پر آنسو بہاتا ہے۔ اور وہ دیکھو کپٹن !''

اس نے دریا سے اٹھتی چمچماتی لہروں کی طرف اشارہ کیا:

''سفید چاند سرمئی لہروں کے پیچھے چھپ رہا ہے۔ چاند اور لہریں آنکھ مچولی کھیل رہے۔ کبھی چاند چھپ جاتا ہے اور کبھی لہریں۔ کبھی چاند لہروں کو ڈھونڈ کر پکڑتا ہے اور کبھی لہریں چاند کو۔ یہ ایک دوسرے کا انکاؤنٹر نہیں کرتے۔ ایک دوسرے پر گھات لگا کر حملہ نہیں کرتے۔ کیونکہ دونوں جانتے ہیں کہ ان کے حمل میں خواب پل رہے ہیں۔ ہم خواب دیکھنا بھول گیے۔ ہمارے ہاتھوں میں ہتھیار تھما دیے گیے اور کہا گیا کہ انسانیت کا حمل گرانے کے لیے گولیاں چلاو۔ کپٹن !''

کپٹن رو رہا تھا۔ قلندر نے اسے گلے لگا یا۔ کپٹن نے سسکیوں میں کہا:

''اے میرے غم کے شاعر تم جانتے ہو کہ تمہاری منزل کہاں ہے؟ تمہیں جانا کہاں تھا اور تم جا کہاں رہے ہو؟''

قلندر نے کپٹن کے آنسو اپنے انگوچھے کے کونے سے پونچھتے ہوئے کہا:

''کپٹن صاحب! آپ نے مجھے غم کا شاعر کہا۔ سنیے میری ایک بات سنیے۔ ہم سب فانی ہیں اور ہم اس لمحے کا انتظار کر رہے ہیں جو ہماری لافانی آہ کو ٹوٹے ہوئے دل سے نکلنے کی ترغیب دیتا ہے۔ وہ آہ جس کے لیے ہم جینے کا جوکھم اٹھا رہے ہیں۔ وہ آہ جو ہمیں مرنے کا حوصلہ دیتی ہے۔ وہ آہ جو ہماری شہ رگ سے بھی قریب تر ہے مگر پھر بھی کوسوں دور ہے۔''

''بس کر یار!''

کپٹن نے اٹھ کر منہ دوسری طرف کر دیا:

''یار! میں تم کو کھونا نہیں چاہتا۔ انسانوں کو تمہاری ضرورت ہے۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ دیکھو میں بنتی کرتا ہوں۔ سرنڈر کر دو یار میرے۔ سرنڈر کر دو۔ دیکھو میں ذمہ لیتا ہوں۔ تم سے معمولی پوچھ تاچھ ہوگی۔ میں کچھ ہی دنوں میں تمہیں کوٹ بلوال جیل بھجوا دوں گا۔ تم عدالت سے چھوٹ جاؤ گے۔ اپنا جیون جی لو یار۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اپنی ماں کے لیے۔اپنی بہنوں کے لیے۔اپنی شگفتہ کے لیے۔"

"اور میری قوم کا کیا؟"

"دیکھو یار حقیقت تم مجھ سے بہتر سمجھتے ہو، جانتے ہو۔کیا تمہیں معلوم نہیں اس سب کا انجام کیا ہونے والا ہے۔"

"کپٹن صاحب جانتا ہوں۔مگر کیا کروں مجھے اس وادی کی اداسیوں کے گھنے سائے پکار رہے ہیں۔یہ سائے جنہیں صبح کی تازہ سانسوں سے محروم رکھا گیا ہے۔یہ سائے جنہیں چاندی میں اتری ہوئی پریوں کے خواب دکھا کر صبح کے تارے سے کوسوں دور لے جا کر سوکھی گھاس پر ذبح کیا گیا۔یہ سائے جن کے ماتم میں سفید بال کھولے گمنام جنگلوں میں بادل رو رہے ہیں۔جنہیں شاموں کی تھکی ہوئی آنکھیں نامراد چوکھٹوں پر آواز دے رہی ہیں۔تاریخ نے شاہین کی چونچ میں کیل گاڑ دی۔ہم اس کیل کو نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں مگر کبھی ہمیں دیکھ کر شاہین اڑ کر ہم سے دور چلا جاتا ہے تو کبھی کوئی جھاڑیوں کے پیچھے چھپا بندوق چلا کر اسے بھگاتا ہے۔شاہین ڈرا ہوا ہے کپٹن صاحب شاہین ڈرا ہوا ہے۔"

کپٹن نے سگرٹ جلایا۔اسے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس طرح سے قلندر کو سرنڈر پر آمادہ کرے۔قلندر کے بارے میں جن اندیشوں کا ذکر کپٹن نے میجر دلارو سے کیا تھا ان سے قلندر بخوبی واقف تھا۔کپٹن نے کہا:

"اچھا کمانڈر! میں تمہارا آخری فیصلہ سننا چاہتا ہوں۔"

قلندر نے چاند کو دیکھتے ہوئے کہا:

"کپٹن میری میت کو میرے گاؤں کی سفید چاندنی کا کفن پہنانا۔"

کپٹن کو جواب مل گیا۔مگر وہ آخری کوشش کرنا چاہتا تھا:

"اور شگفتہ کے بارے میں کیا سوچا ہے؟"

"شگفتہ پانی کا وہ بلبلہ ہے جس کی سانس آسمان کو چھونا چاہتی ہے۔کپٹن! اس دنیا میں مجھ سے اگر کسی نے پیار کیا ہے تو وہ میری اماں ہے اور شگفتہ ہے۔جب

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

عشق کا انجام المیہ پر ہوتا ہے تو وہ امر ہو جاتا ہے۔ عشق زندہ باد۔''

کیپٹن جذباتی ہو گیا۔اس نے قلندر کو گلے لگایا:

''سالے! رہے نا تم پہگیاڑ کے پہگیاڑ۔ کیا میں تم سے پیار نہیں کرتا؟''

''مجھے معلوم ہے کیپٹن آپ کے دل میں میرے لیے بہت پیار ہے۔''

''یار تم کو اسی پیار کی قسم کر دو سرنڈر۔''

قلندر نے کیپٹن کے شانے تھپتھپاتے ہوئے کہا:

''گوریلا جنگ لڑنے والے شادی اور سرنڈر نہیں کرتے۔''

دریا جیسا پتھر ہو گیا۔لہروں پر جیسے فالج گر گیا۔ ہوا جیسے مر گئی۔ چاند جیسے مرجھا گیا۔ایک دھماکے سے رات کی کوکھ میں امید کا لوتھڑا اپھٹ گیا۔قلندر کی چھاتی سے بھل بھل خون نکلنے لگا۔

رحم کے جذبے کا آخری حمل گر گیا۔

(ختم شد)

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

شکریہ:

* اپنے عزیز دوست جناب فردوس اقبال (آئی۔پی۔ایس) کا جنہوں نے اس ناول کا مسودہ بغور پڑھا اور مخلصانہ مشوروں سے نوازا۔
* اپنے محترم دوست جناب ظفر اقبال منہاس کا جنہوں نے کمال شفقت سے تعاون کیا۔
* محترم دوست جناب خالد بشیر احمد کا کہ اہم مواد فراہم کیا۔
* جناب ڈاکٹر جہانگیر دانش میر کا جنہوں نے مفید مشوروں سے نوازا۔
* جناب ڈاکٹر شہنواز چودہری کا جو مشورہ دینے میں پیش پیش رہتے ہیں۔
* اپنے برادر نسبتی جناب ارشد حسین شاپو کا جنہوں نے میری مشکل کو آسان کیا۔
* اپنے محترم اور ہمدرد دوست جناب بشیر چراغ کا کہ مجھے کشمیر میں کبھی تنہائی محسوس نہ ہونے دی۔
* جناب غلام نبی آتش کا جنہوں نے علالت میں بھی معاونت کی۔
* برادر عزیز جمیل مصطفیٰ انصاری کا جنہوں نے تعاون کیا۔
* اپنے صاحب زادے سیّد محمد سبزان ختائی کا جس نے کبھی کوئی ایسی حرکت نہیں کی جس سے مجھے ذہنی انتشار کا شکار ہونا پڑتا۔ اللہ اس کی حفاظت کرے۔
* اپنی بیگم ریحانہ اختر کا شکریہ ادا کرنے کے لئے ہمیشہ الفاظ کم پڑ جاتے ہیں۔ محض یہ کہنا کہ انہوں نے میری تخلیقی سرگرمیوں کے لئے موزون ماحول پیدا کیا ان کی عظمت کا احاطہ نہیں کرتا۔ تیاگ اور قربانی کی ریحانہ سے بڑھ کر کوئی مثال

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

نہیں۔ گھر گرہستی کے ساتھ ساتھ میری دیکھ بھال، بیٹے کی پڑھائی کا بوجھ، اپنی نوکری کے مسائل اور دیگر سماجی ذمہ داریوں سے جس طرح یہ تن تنہا عہدہ برآ ہوتی آئی ہیں اسے میں اپنے لئے اللہ کی سب سے بڑی نعمت تصور کرتا ہوں۔ اللہ ان کے حوصلوں کو قوت دے۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

QALANDAR KHAN

(Novel)

By : Dr. Shafaq Sopori

شفق سوپوری کا فکشن اپنی ثقافتی ساخت (Cultural Construct) اور نو تاریخی بیانیہ (Neo Historical Narrative) کی بنا پر اردو میں ناول نگاری کے نئے امکانات کو روشن کر رہا ہے۔ "نیلما" سے لے کر "گل مہر کی سرخ چڑیا" تک شفق کے جو ناول اور ان کے پہلو بہ پہلو جو افسانے شائع ہوئے ہیں، ان کی جڑیں کشمیر کی زمین میں پیوست ہونے کے باوجود تخلیقی اعتبار سے بہت دور تک جاتی ہیں۔ شفق نے اپنے فکشن میں برصغیر ہندو پاک کے کئی انسانی معاشروں کی معاشی اور اخلاقی بحران کی ان سچائیوں کو بیان کیا ہے جو اقتدار کے غیر منطقی سماجی و سیاسی روّیوں کے پیدا کردہ ہیں۔ شفق کے فکشن کے موضوعات، واقعات اور کردار تخیلی اور تصوراتی نہیں حقیقی اور جانے پہچانے ہیں۔ لیکن ان کی پیشکش کا اسلوب ایجادی بھی ہیں اور اجتہادی بھی، جنہیں اب تک کسی اور فکشن نگار نے ہاتھ لگانے کی جرأت نہیں کی ہے۔ شفق اپنے فکشن میں کسی بھی واقعہ کی روایتی تصویر کشی نہیں کرتے بلکہ اس کے وقوع پذیری کے اسباب کو بے نقاب کرتے ہیں۔ اسی طرح کردار کو روایتی انداز میں قاری کے روبرو نہیں کرتے بلکہ اس کردار کی نفسیات، شخصیت اعمال و حرکات کے مثبت یا منفی، اچھے یا برے، کسی مخصوص سانچے میں ڈھلنے کے اسباب و محرکات کا تجزیہ بھی کرتے ہیں۔ اس ضمن میں شفق اس کردار کے ماحول و معاشرے کے حالات، رسوم و رواج کے علاوہ مخصوص الفاظ، اصطلاحات اور محاورات کا برمحل استعمال کرتے ہیں۔ شفق فکشن کی تخلیق سے گزرتے ہوئے تحقیق و جستجو کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں اور Documentation بھی کرتے ہیں۔ فکشن کی تخلیق کے یہ ایسے طریقے اور تکنیک ہیں جو کسی فکشن نگار کے یہاں حد درجہ ریاضت کے بعد ہی پیدا ہوتے ہیں۔ اس کی بہترین مثالیں اردو میں قرۃ العین کے فکشن میں ملتی ہیں۔ شفق اپنے ناولوں اور افسانوں میں جو نئی زبان، استعارے اور تراکیب برتتے ہیں ان میں عصری زندگی اور زمانہ کی گہرائیاں مضمر ہیں۔ شفق ہر طرح کے تعصبات اور کٹر پن (Dogmatism) سے ماورا آزاد ادراک کے حامل فکشن نگار ہیں۔ شفق کے یہاں مروجہ Ideologies کی اندھی تقلید کی جگہ Counter Ideologies کی پیشکش کا رویہ ملتا ہے جسے روایت پسند ذہن قبول نہیں کرتا۔ اسی لئے شفق کے فکشن کی قرأت، تفہیم اور تعبیر کے لئے قاری کا صاحب ذوق ہونا شرط ہے۔ غرضیکہ عصری ادب میں، فکشن نگار اور بھی ہیں، ہر ایک کی اپنی اہمیت اور مقام ہے۔ لیکن شفق نے اپنے فکشن میں موضوع کے انتخاب، زبان کے لسانی برتاؤ اور اظہار و بیان کے حوالے سے نئے عہد کی تخلیقیت کے جو چراغ روشن کئے ہیں ان کی وجہ سے شفق فکشن نگاری کی روایت کے پیچھے نہیں آگے نظر آتے ہیں۔ سب سے الگ، منفرد اور ممتاز۔

پروفیسر قدوس جاوید

ISBN 978-93-6062-947-2

978-93-6062-947-2

EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE
New Delhi , INDIA

www.ephbooks.com

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

QALANDAR KHAN

(Novel)

By : Dr. Shafaq Sopori

شفق سوپوری کا فکشن اپنی ثقافتی ساخت (Cultural Construct) اور نو تاریخی بیانیہ (Neo Historical Narrative) کی بنا پر اردو میں ناول نگاری کے نئے امکانات کو روشن کر رہا ہے۔ "نیلما" سے لے کر "گل مہر کی سرخ چڑیا" تک شفق کے جو ناول اور ان کے پہلو بہ پہلو جو افسانے شائع ہوئے ہیں، ان کی جڑیں کشمیر کی زمین میں پیوست ہونے کے باوجود تخلیقی اعتبار سے بہت دور تک جاتی ہیں۔ شفق نے اپنے فکشن میں برصغیر ہندو پاک کے کئی انسانی معاشروں کی معاشی اور اخلاقی بحران کی ان سچائیوں کو بیان کیا ہے جو اقتدار کے غیر منطقی سماجی وسیاسی رویوں کے پیدا کردہ ہیں۔ شفق کے فکشن کے موضوعات، واقعات اور کردار تخیلی اور تصوراتی نہیں حقیقی اور جانے پہچانے ہیں۔ لیکن ان کی پیشکش کا اسلوب ایجادی بھی ہیں اور اجتہادی بھی، جنہیں اب تک کسی اور فکشن نگار نے ہاتھ لگانے کی جرأت نہیں کی ہے۔ شفق اپنے فکشن میں کسی بھی واقعہ کی روایتی تصویر کشی نہیں کرتے بلکہ اس کے وقوع پذیری کے اسباب کو بے نقاب کرتے ہیں۔ اسی طرح کردار کو روایتی انداز میں قاری کے روبرو نہیں کرتے بلکہ اس کردار کی نفسیات، شخصیت اعمال و حرکات کے مثبت یا منفی، اچھے یا برے، کسی مخصوص سانچے میں ڈھلنے کے اسباب و محرکات کا تجزیہ بھی کرتے ہیں۔ اس ضمن میں شفق اس کردار کے ماحول و معاشرے کے حالات، رسوم و رواج کے علاوہ مخصوص الفاظ، اصطلاحات اور محاورات کا برمحل استعمال کرتے ہیں۔ شفق فکشن کی تخلیق سے گزرتے ہوئے تحقیق و جستجو کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں اور Documentation بھی کرتے ہیں۔ فکشن کی تخلیق کے یہ ایسے طریقے اور تکنیک ہیں جو کسی فکشن نگار کے یہاں حد درجہ ریاضت کے بعد ہی پیدا ہوتے ہیں۔ اس کی بہترین مثالیں اردو میں قرۃ العین کے فکشن میں ملتی ہیں۔ شفق اپنے ناولوں اور افسانوں میں جو نئی زبان، استعارے اور تراکیب برتتے ہیں ان میں عصری زندگی اور زمانہ کی گہرائیاں مضمر ہیں۔ شفق ہر طرح کے تعصبات اور کٹرپن (Dogmatism) سے ماورا آزاد ادراک کے حامل فکشن نگار ہیں۔ شفق کے یہاں مروجہ Ideologies کی اندھی تقلید کی جگہ Counter Ideologies کی پیشکش کا رویہ ملتا ہے جسے روایت پسند ذہن قبول نہیں کرتا۔ اسی لیے شفق کے فکشن کی قرأت، تفہیم اور تعبیر کے لیے قاری کا صاحب ذوق ہونا شرط ہے۔ غرضیکہ عصری ادب میں، فکشن نگار اور بھی ہیں، ہر ایک کی اپنی اہمیت اور مقام ہے۔ لیکن شفق نے اپنے فکشن میں موضوع کے انتخاب، زبان کے لسانی برتاؤ اور اظہار و بیان کے حوالے سے نئے عہد کی تخلیقیت کے جو چراغ روشن کئے ہیں ان کی وجہ سے شفق فکشن نگاری کی روایت کے پیچھے نہیں آگے نظر آتے ہیں۔ سب سے الگ، منفرد اور ممتاز۔

پروفیسر قدوس جاوید

EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE
New Delhi , INDIA

ISBN 978-93-6062-947-2

978- 93- 6062- 947- 2

www.ephbooks.com

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure